إن في ذلك لآيات لقوم يعقلون

قال النبي صلى الله عليه وسلم من يرد الله به خيرا يفقهه في الدين

الابواب والتراجم

قطب العالم

حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب قدس سرہ العزیز کی
آخری تحریر ہے جو بزمانہ اسارت مالٹا آپ کے قلم سے نکلی تھی جس سے ذی علم
حضرات سمجھ سکینگے کہ آپ کی وفات سے خزانہ علم میں کیسی ناقابل تلافی
کمی آگئی ہے

مولانا مولوی عزیز گل صاحب پشاوری کی مساعی جمیلہ اور تصحیح و اہتمام سے

مطبع [illegible] اخبار نگینہ [illegible]

فہرست مضامین الابواب والتراجم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نبذۃ الاحوال

حامداً ومصلیاً ومسلماً

قطب العالم حضرت شیخ الہند قدس اللہ سرہ العزیز بجرم حق گوئی بیت الحرام سے سنگینوں کے سایہ میں لاکر مالٹہ کے قلعہ میں نظر بند کئے گئے اور منعم حقیقی نے آپ پر انعامات کی بارش کی اور ان آنکھوں پر جو لایبصرون بہا کی مصداق نہیں اور ان قلوب پر جو لایفقہون بہا سے موصوف نہیں روشن کر دیا کہ سجن مالٹہ سجن یوسف علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا نمونہ ہے اس طویل زمانہ نظر بندی۔ اقارب و احباب۔ اہل و عیال سے دور افتادگی میں جس ثبات و استقلال کا نمونہ آپ کی ذات نے نہ صرف اپنے خدام کے سامنے بلکہ ایک عالم کے سامنے پیش کر دیا اسکو دیکھکر سلف صالحین رحمہم اللہ کے ثبات و استقلال پر تعجب نہ رہا۔

مصائب و آلام کے اس بارش کے زمانہ میں کہ بڑے بڑے شجیع القلب گھبرا اٹھتے ہیں آپنے احکم الحاکمین کی ترجمانی کا حق ادا کیا یعنی اس مانہ اسارت میں وحی الٰہی کا وہ ترجمہ مکمل کر دیا جسکو بزمانہ قیام ہندوستان شروع کر دیا تھا اس اہم ذمہ داری سے فارغ ہونے کے بعد آپنے اصح الکتب بعد کتاب اللہ کے تراجم کے متعلق ایک یادداشت تحریر فرمائی۔ اسوقت کہ آپ اس یادداشت کو تحریر فرما رہے تھے آپکے پاس بخاری شریف کا ایک نسخہ تھا اور وہ بھی مطبوعہ مصر جس پر حاشیہ حل لغات۔ اسی طرح شاید ایک دو کتابیں ترمذی شریف وغیرہ اور بس ان سطور کو جنکو آج اہل علم ناظرین ملاحظہ فرماوینگے حضرت شیخ الہند قدس سرہ نے متفرق اوقات میں تحریر فرمایا تھا آپ اس فرض اہم کے متعلق پوری سبکدوشی حاصل نہ کرنے پائے تھے یعنی جو قدر آپ تحریر فرمانا چاہتے تھے وہ حد تکمیل کو نہ پہونچا تھا کہ آپ اس جرم بیگناہی سے آزاد کئے گئے اور ہندوستان تشریف لائے ہندوستان میں آپ کا قیام ہی کیا ہوا صرف پانچ ماہ اور بائیس یوم جس میں سے نصف سے زیادہ زمانہ شدید مرض کے حصہ میں آیا۔ نصف سے کم طویل طویل سفروں اور مشتاقان قدمبوسی کی تمناؤنکو پورا کرنے میں گذرا۔

سن تیرہ سو انتالیس ہجری کی اٹھارہویں ربیع الاوّل کو غلبۂ شوق دیدار خالق میں خدام سے مفارقت اختیار کی۔ اس مفارقت کا صدمہ مسلمانوں میں سے تو ہر چھوٹے بڑے کو پہونچنا ہی لازمی تھا۔ مردم شناس غیر مسلموں کو بھی اس وفات نے خون کے آنسو رلا دئے۔

باقی رہی یہ بات کہ میں کس حالت میں ہوں اسکے لئے فقط اسقدر کافی ہے کہ ؎

حال من در ہجر حضرت کمتر از یعقوب نیست   او پسر گم کردہ بود و من پدر گم کردہ ام

حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ کی آخری تحریر تراجم بخاری کے متعلق تھی جسکو اس خیال سے کہ آپکا فیض علمی تا قیام قیامت جاری رہے شائع کیا جاتا ہے۔ عدم مساعدت مشیت ایزدی کی وجہ سے اگرچہ حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ اُن تمام علمی لآلی وجواہر کو کاغذ کی سطح پر نہ رکھ سکے ہوں جنکا آپنے ارادہ کر لیا تھا لیکن بحالت موجودہ بھی یہ گنجینۂ گرانمایہ سر آنکھوں پر رکھنے کے قابل ہے۔ ارباب نظر اور اصحاب علم اس مختصر سی تحریر سے جو فوائد حاصل کرینگے اُن سے خود ہی واقف ہو جاوینگے۔

دُعا ہے کہ خداوند عالم اس تحریر کو مقبولیت عامہ عطا فرماوے۔

حسین احمد مہاجر مدنی
مقیم کلکتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللّٰھم لا سہل الا ما جعلتہ سہلا وانت تجعل الحزن اذا شئت سہلا ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ وصلی اللہ علی سیدنا ومولانا محمد وعلی اٰلہ وصحبہ وسلم۔

وقت آں شیریں قلندر خوش کہ در اطوار سیر | ذکر تسبیح ملک در حلقۂ زنار داشت

اصول

امابعد بندہ ظلوم وجہول ارباب فہم وانصاف کی خدمت میں ملتمس ہے کچھ عرصہ سے رغبت قلبی اور بعض مکرمین مخلصین کا ارشاد متقاضی تھا کہ تراجم اصح الکتب بعد کتاب اللہ العظیم کے متعلق بنام خدا خامہ فرسائی اور تقدیر آزمائی کروں جو سلفاً اور خلفاً مطمح افکار اور محل انظار اکابر علما رہے ہیں۔ اور انہیں تراجم کو امیر المومنین فی الحدیث کی تمام عمر کی کمائی اور اصح الکتب کا ایک بڑا رکن بتلایا جاتا ہے۔ اس مبارک اور مقدس کتاب کی جو مبسوط اور مختصر اور متوسط شروح لکھی گئی ہیں اسمیں شک نہیں کہ انکی نظیر نایاب ہے۔ اور اہل اسلام کے حق میں مایۂ افتخار جزاہم اللہ عنا احسن الجزاء وافضل الجزاء۔ مگر ہجوم تحقیقات علمیہ تفسیر و حدیث و فقہ و کلام و اسماء الرجال و لغت وغیرہ میں حضرات اکابر کو اتنی گنجائش نہیں ملی کہ تراجم کی تحقیق میں زیادہ توجہ اور غور

فرمادیں اور بالاستقلال اس خدمت کو انجام دیدیں۔ اسلئے حضرات اکابر نے قدر ضرورت پر
اکتفا غالباً مناسب سمجھا اور اگر کسی نے ایسا کیا ہو تو ہم اسوقت تک اس سے محروم رہے۔
بالجملہ شروح موجودہ میں جو تراجم کے متعلق تحریر فرمایا ہے وہ ہم لوگوں کو کافی نہیں بیشک اسکی
حاجت ہے کہ کوئی ایسا شخص جو اس خدمت کو انجام دینے کے قابل ہو اور جد وجہد تام سے اسکو
بالاستقلال انجام دینے میں کوشش کرے اور محققین اکابر کی شروح موجودہ میں غور کرکے جو بات
اقرب اور احق بالقبول ہو اسکو اختیار کرے لیکن اپنی حالت جو سب کو معلوم ہے وہ ہرگز اس
قابل نہیں کہ اس مہتم بالشان خدمت کی کسی ادنےٰ درجہ میں بھی کامیاب ہو سکے محض شوق قلبی
سے کیا کام چلتا ہے اسلئے اسوقت تک بجز تحیر و تردد کچھ نہ ہو سکا۔ اتفاق سے حجۃ اللہ علی العالمین
حضرت شاہ ولی اللہ الدہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مستقل مختصر رسالہ اسکے متعلق حیدرآباد سے شائع
ہوا اسکو دیکھکر امید مردہ میں جان محسوس ہونے لگی اور سودائے خام پکنا شروع ہوا اس کے
مطالعہ سے یہ بات تو خوب دلنشین ہو گئی کہ مؤلف رحمہ اللہ کے بہت سے خبایا اسوقت تک
زوایا میں مخفی ہیں رسالہ نہایت عجیب ہے مگر بوجہ اجمال و اختصار اس سے پورا نفع اٹھانا دشوار
ضرور ہے مگر شوق دیرینہ نے سب دشواریوں سے قطع نظر کرکے اس کام کا تہیہ کرا دیا مگر اپنی درماندگی
اور بیچارگی چونکہ ایسی نہیں کہ اس سے قطع نظر ہو سکے اسلئے مجبوراً یہ صورت نکالی کہ چند اہل علم
فہیم و لائق کو منتخب کرکے انکی شرکت سے یہ خدمت حتی الوسع پوری کیجاوے حسبنا اللہ ونعم
الوکیل اب ہم جو کچھ کرینگے وہ حضرات اکابر ہی کی تحقیقات سے مستنبط ہوگا البتہ حسب الموقع
جو امر جدید یا زائد سمجھ میں آئیگا وہ بھی ضرور عرض کیا جاویگا اگر اس میں خطا ہو تو اسکی وجہ بتلانے
کی ہرگز ضرورت نہیں ہم خود اسکی وجہ موجود ہیں جسکا جی چاہے دیکھ لے اور اگر صواب ہو تو
اللہ تعالیٰ کا فضل اور حضرات اکابر رحمہم اللہ کی برکت ہے۔ وفی اموالہم حق للسائل والمحروم

واللہ الموفق والمعین۔

سب سے اوّل ہم اُن اصول کو بیان کرنا چاہتے ہیں جنکی رعایت مؤلف رحمہ اللہ نے تراجم میں ملحوظ رکھی ہے۔ اور جزئیات کتاب میں وہی کارآمد ہیں۔

چونکہ یہ امر معلوم ہے کہ حضرت مؤلف نے اُن اصول کو بالاستقلال ضبط فرماکر کسی کو نہیں دیا بلکہ محققین علما نے خود تراجم سے علی الفور یا بعد الغور استنباط فرمایا ہے اور اسی لیئے وہ اصول ہمیشہ لیکن ہر آنکہ یافت مزیدی یافت آن نمود کا مصداق رہے ہیں تو اب یہ امر ظاہر ہوگیا کہ اب بھی اگر کوئی شخص کوئی بات معقول بعد غور اصول میں ایسی بڑھاوے جو تطبیق وغیرہ اغراض مؤلف میں مفید اور کارآمد ہو تو وہ بات مسلم اور لائق قدر ہوگی۔ قابل انکار ہرگز نہوگی ولا تنتظر والی من قال فنقول وبہ نستعین۔

اصول

(۱) مؤلف رحمہ اللہ بسا اوقات جملۂ مذکورۂ فی الحدیث کو یا کسی قول وعبارت کو ترجمہ بناتا ہے مگر اُسکا مدلول صریحی مطابقی مقصود نہیں ہوتا بلکہ اُسکا مدلول التزامی اور ثابت بالاشارہ مؤلف کو مقصود ہوتا ہے اسلیئے جو دلیل بیان کریگا اُس غرض مخفی کے مطابق ہوگی ظاہر ترجمہ کے مطابق ہونا کچھ ضرور نہیں جو ظاہر ترجمہ کو مقصود سمجھے گا اُسکو بہت دقّت اور تکلف کے بعد بھی قابل قبول تطبیق دینا میسر نہوگا۔ دیکھ لیجیے مؤلف نے شروع کتاب ہی میں باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا اور اسکے بعد چند حدیثیں اس باب میں ذکر فرمائیں بعض میں تو وحی کا بھی ذکر نہیں اور بدء وحی سے تو اکثر خالی ہیں صرف ایک حدیث حرا میں ابتداء وحی کا ذکر ہے اسلیئے بعض حضرات نے تو صاف فرمادیا اِنَّ کثیراً من

احادیث الباب لا یتعلق الا بالوحی لا ببدء الوحی فکیف جعل الترجمة باب
بدء الوحی۔ اور اکثر حضرات نے تاویلات مختلفہ فرما کر مطابقة میں عرق ریزی کی جو شروح
میں بالتفصیل موجود ہیں مگر انصاف یہ ہی کہ کوئی محقق امر قابل تسکین مؤلف رحمہ اللہ کی
شان کے موافق نظر نہیں آتا جسکی وجہ سے تمام احادیث کا بے تردد ترجمہ کے مطابق ہونا
دلنشین ہو جاوے جب شروع ہی ایسا ہی تو آئندہ کیا ہو گا ؎ قیاس کن ز گلستان من بہار مرا۔
مگر احادیث مذکورہ فی الباب میں غور کرنے سے اور حضرت شاہ صاحب وغیرہ کے بعض ارشادات
سے یہ معلوم ہوا کہ مؤلف کی غرض اصلی بدء وحی کا بیان کرنا نہیں بلکہ وحی کی عظمت اور اُسکا خطا
وغلط وسہو سے منزہ ہونا اور واجب الاتباع اور ضروری التسلیم ہونا بتلانا منظور ہی جو ابتداء
کتاب میں مفید اور مناسب ہے اور وحی متلو اور غیر متلو دونوں کو شامل ہی اور مبدأ بھی عام ہی
زمانہ ہو یا مکان اخلاق ہوں یا حالات غرض وحی کی جملہ مبادی مراد ہیں۔ اب اسکے بعد جملہ
احادیث اور ترجمہ میں مطابقت بلا تکلف نظر آتی ہی جب اُسکا موقع آئیگا انشاء اللہ بالتفصیل
بھی عرض کر دینگے۔ بالجملہ غرض مؤلف کا سمجھنا اہم اور ضروری ہی بہت مواقع میں مفید و کار آمد ہی
(٣) یہ امر مسلم ہی کہ مؤلف رحمہ اللہ تمام اپنی کتاب میں نہ حدیث مکرر لائیگا نہ ترجمہ اور اگر
ایسا ہوگا تو وہ سہو سمجھا جائیگا۔ مگر ترجمہ کی تکرار کے یہ معنی ہیں کہ مطلوب اور غرض دونوں جگہ
ایک ہو یہ مطلب نہیں کہ الفاظ ایک ہوں۔ دیکھئے کتاب العلم میں باب فضل العلم دو جگہ
موجود ہی اُسکے متعلق جا بجا حضرات اکابر یہی فرماتے ہیں کہ فضل سے ایک جگہ جو مراد ہی دوسری
جگہ وہ مراد نہیں اسلئے تکرار نہیں ہوا۔ لیکن یہ ہی تو پھر یہ بھی ماننا پڑیگا کہ جہاں غرض ایک
ہوگی وہاں ایک دو لفظ کے بدل جانے سے تکرار زائل نہ ہوگا تا وقتیکہ مطلوب دوسرا نہ ہوگا اعتراض
تکرار باقی رہیگا صرف لفظوں کا تغیر مفید نہ ہوگا۔ مثلاً شروع کتاب میں باب کیف کان

بدءالوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا اور کتاب فضائل القرآن میں جاکر
باب کیف نزول الوحی واوّل ما نزل فرمایا تو صرف بعض الفاظ کے تغیر سے کچھ نہوگا
بلکہ ضرور ہی کہ ہر ایک ترجمہ کی غرض اور مقصود کو جدا جدا کرکے بتلایا جاوے ۔

(۳) یہ ظاہر ہی کہ ترجمۃ الباب مدعا اور حدیث اسکے لئے دلیل ہوتی ہی مگر مؤلف رحمہ اللہ
نے متعدد باب میں ایسا کیا ہی کہ ترجمہ میں کوئی قید یا کسی امر کی تفصیل ایسی بڑھا دی ہو جسکا
حدیث باب میں پتہ نہیں تو وہاں عدم تطبیق کا خلجان ضرور دقت میں ڈالتا ہی کہ اس دلیل
مطلق یا مجمل سے یہ مقید یا مفصل مدعا کیسے ثابت ہو گیا بجز اسکے کہ مؤلف پر عدم تطبیق
کا اعتراض کیا جاوے یا تکلف کرکے لاچار کوئی تاویل تلاش کیجاوے اور کیا ہو سکتا ہی۔
چنانچہ شروح میں اسکی نظائر موجود ہیں مگر حقیقت الامر جیسا کہ محقق علامہ سندہی نے بھی
بیان فرمایا ہی یہ ہو کہ مؤلف رحمہ اللہ کے جملہ تراجم اسمیں منحصر نہیں کہ حدیث باب انکے لئے
دلیل ہو بلکہ بعض تراجم ایسے بھی ہیں کہ انکو حدیث باب کیلئے شرح اور بیان کہنا چاہئے۔
چونکہ حدیث مذکور میں کوئی اجمال یا اطلاق ایسا تھا کہ جس سے مغالطہ کا احتمال تھا تو مؤلف
نے اور احادیث اور دلائل سے اس اطلاق کو ترجمہ میں زائل فرماکر حدیث کا مطلب تحقیقی
ظاہر فرما دیا یا یوں کہو کہ ادلہ چونکہ متعارض نظر آئیں تو مؤلف نے اسکی تطبیق کی ضرورت سے
ترجمہ میں قید زائد فرمائی مثلاً ابواب الحیض میں باب الصفرۃ والکدرۃ فی غیر ایام
الحیض منعقد فرماکر حدیث ام عطیہ لا نعد الکدرۃ والصفرۃ شیئاً ذکر فرمائی جس میں
مؤلف نے جو ترجمہ میں فی غیر ایام الحیض کی قید بڑھائی تھی اسکا پتہ بھی نہیں مگر مؤلف نے
اور احادیث اور دلائل کی وجہ سے یہ قید بڑھا کر مطلب صحیح اور رفع تعارض کر دیا یا یوں کہو کہ
ام عطیہ کے اس ارشاد اور حضرت صدیقہ کے ارشاد لا تعجلن حتی ترین القصۃ البیضاء

میں صریح تخالف تھا مؤلف کی قید سے دونوں میں موافقت ہوگئی فللہ درہ ثم للہ درہ۔

(۴) بسا اوقات ترجمہ کے لیئے ایک معنی ظاہر ہوتے ہیں اور دوسرے معنی غیر ظاہر ایسے مواقع میں اکثر حضرات ناظرین بمجرد نظر معنی ظاہری متعین فرما لیتے ہیں اور مؤلف رحمہ اللہ کی مراد دوسرے معنی ہیں اسلیئے احادیث باب کا انطباق دشوار ہو جاتا ہے جسکا نتیجہ وہی ہوتا ہے جو اوپر مذکور ہوا اکثر تو مؤلف پر عدم انطباق کا شبہ کرتے ہیں اور بعضی تاویلات بعیدہ سے تطابق میں جد وجہد فرماتے ہیں مثلاً باب ما یقول بعد التکبیر منعقد فرماکر تین حدیثیں بیان فرمائیں جن میں ایک روایۃ صلوۃ کسوف کی بھی ہے اور ترجمہ سے اسکو تعلق نہیں معلوم ہوتا اسلیئے بعض شارحین نے تو تاویلات سے مطابقت میں سعی فرمائی اور بعض محققین نے اُن تاویلات کو رد کر دیا اور قابل قبول نہیں سمجھا لیکن اس دشواری کا منشا صرف یہ امر ہے کہ ترجمہ کے معنی حسب الظاہر یہ لیئے گئے کہ تعیین دعا مؤلف کی مراد ہے حالانکہ احادیث باب میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف کی مراد توسع فی الدعاء ہے یعنی دعا میں توسع ہے پڑھو یا مت پڑھو متصلاً پڑھو یا منفصلاً اور جونسی چاہو پڑھو اب تینوں حدیثیں ترجمہ کے موافق ہیں علیٰ ہذا القیاس دفعہ دو میں یہ گذر چکا کہ باب فضل العلم دو جگہ مذکور ہے مگر چونکہ فضل العلم کے دو معنی ہیں ایک ظاہر دوسرے غیر ظاہر مؤلف رحمہ اللہ نے اوّل باعتبار اول اور ثانی باعتبار ثانی فضل العلم کو ترجمہ بنایا اگر چہ کوئی دونوں جگہ معنی ظاہری ہی مراد لیگا تو وہ ضرور تکرار ترجمہ کا اعتراض مؤلف پر کریگا جو حقیقت میں اسپر اعتراض ہے مؤلف پر نہیں

(۵) کبھی یہ ہوتا ہے کہ ترجمہ کے معنی مؤلف کے نزدیک بھی وہی مراد ہوتے ہیں جو بحسب الظاہر ہمنے سمجھے لیکن تطبیق حدیث میں کوئی دشواری اور دقت ہوتی ہے جس سے ہم غافل ہیں اور اس غفلت کے باعث مؤلف پر اعتراض کیا جاتا ہے یا تکلفات غیر مقبولہ کی نوبت

آتی ہی مثلاً باب ما یذکر فی الفخذ منعقد فرما کر فخذ کی عورۃ ہونیکی اور عورۃ نہونیکی دلائل ذکر فرمائیں اور عورۃ نہونیکے دلائل میں زید بن ثابت کا ارشاد وفخذہ علی فخذی بھی ذکر کیا مگر اس سے ثبوت مدعا بالکل غیر ظاہر ہی جو حضرات اصل بات سمجھ گئے اُنہوں نے بے تکلف تطبیق کی وجہ ظاہر کردی بعضوں نے محض تکلف سے کام لیا اپنے موقع پر انشاء اللہ تعالےٰ ظاہر ہو جاویگا۔

(۶) بعض مواقع میں مؤلف رحمہ اللہ حدیث ذکر کرتا ہی جس میں ترجمہ کی نسبتہ کچھ مذکور نہیں ہوتا مگر کسی دوسرے باب میں جاکر جو اسی حدیث کو لاتا ہے اُس میں صریح ایسا لفظ وارد ہوتا ہے جو سابق الذکر ترجمہ کے مطابق ہوتا ہے جو اس سے بیخبر ہوتا ہی اُس کو بمجبوری تکلفات باردہ کی نوبت آتی ہی اوائل کتاب میں مؤلف نے باب السمر فی العلم کی ذیل میں حضرت ابن عباس کی روایت بت فی بیت خالتی میمونۃ الخ نقل فرمائی اُس میں سمر کا ذکر نہیں شراح رحمہم اللہ نے مجبور ہو کر تاویلات نکالیں مگر سب بعید محقق ابن حجر رحمہ اللہ نے غور و تلاش کے بعد دور جاکر کتاب التفسیر میں ایک روایت ایسی نکالی جسمیں فتحدث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع اھلہ ساعۃ ثم رقد صاف موجود ہی والحمد للہ وجزاہ خیرا۔

اور کبھی یہ ہوتا ہی کہ جس حدیث میں لفظ مطابق ترجمہ مذکور ہی وہ مؤلف رحمہ اللہ کی شرائط کے مطابق نہیں گو صحیح اور معتبر ہی اسلئے مؤلف تمام کتاب میں اسکا ذکر نہیں کرتا اُسکا پتہ وہی چلا سکتا ہی جو کتب حدیث کا تتبع کرے اور طریقۂ تاویل سے جو بظاہر سہل اور مختصر نظر آتا ہی اُس سے بچنے میں کوشش کرے۔ ہماری تمام معروضات سے جو ہمنے یہاں تک عرض کئے اور انکے علاوہ امور کثیرہ سے جگہ جگہ بالبداہۃ معلوم ہوتا ہی کہ امیر المؤمنین فی الحدیث رضی اللہ عنہ

کا مطمح نظر یہ ہی کہ جیسے میں نے اسکی تالیف اور تنقیح میں سالہا سال جدوجہد کی ہی اور علما بھی اپنی اپنی وسعت کے موافق اُسکے سمجھنے اور حل کرنے میں پوری توجہ مبذول کریں اِنہیں وجوہ سے علما نے فرمایا کہ خواص کے لئے صحیح بخاری سب سے انفع ہی اور باوجود طوالت و مشکلات اکابر علما نے جسقدر توجہ اس مبارک کتاب کی خدمت کی طرف مصروف فرمائی وہ بے نظیر ہی۔ فجزاہُمُ اللہُ وایاھُم عنا احسن الجزاء۔

(۷) مؤلف رحمہ اللہ اکثر مواقع میں ترجمۃ الباب کے ساتھ آثار صحابہ اور اقوال تابعین بھی قبل ذکر الحدیث نقل کردیتا ہی سو اُسکی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ وہ آثار ترجمہ کیلئے دلیل ہوں اور یہ ظاہر ہی دوسرے یہ کہ آثار دلیل تو نہیں ہیں مگر صرف ادنے مناسبت سے بغرض تکثیر فائدہ ذکر کردیئے جاتے ہیں الشئ بالشئ یذکر اکثر علما اُنکو دلائل میں منحصر سمجھکر تکلفات بارِدہ جگہ جگہ کرتے ہیں یا مؤلف پر بحالت مجبوری اعتراضات کی نوبت آتی ہی صرح بہ العلامہ السندھی وغیرہ۔

(۸) بعض اوقات مؤلف رحمہ اللہ صرف لفظ باب ذکر فرماکر اُسکے بعد حدیث مسند بیان کردیتا ہی ترجمہ کچھ ذکر نہیں کرتا شراح رحمہم اللہ اُسکے متعلق چند احتمالات ذکر فرماتے ہیں جو ناظرین کو معلوم ہیں مگر غور اور تفتیش کے بعد راجح یہ ہی کہ ترجمہ نہ خطاءً چھوڑا ہی اور نہ سہواً اور نہ اِس ارادہ سے کہ دوسرے وقت کوئی ترجمہ مناسب مقام استنباط کرکے قائم کرونگا بلکہ بالقصد ترجمہ ترک کیا ہی اور یہی مقصود ہی اور اِس ترک کی دو وجہ ہیں۔ اوّل یہ کہ یہ باب اپنے سے سابق باب کے ساتھ مربوط ہو اور اُس سے کسی قسم کا تعلق رکھتا ہو جسکو حضرات علما کالفصل من الباب السابق سے تعبیر فرماتے ہیں اور حضرات محدثین اپنی تالیفات میں باب منہ فرماجاتے ہیں مگر یہ ملحوظ رہے کہ مؤلف وسیع الخیال کے نزدیک تعلق کا احاطہ بھی وسیع ہی۔

دوسرے یہ کہ بعض مقامات میں مؤلف بغرض تشحیذ اذہان اور ایقاظ طبائع ایسا کرتا ہے
اور غرض یہ ہوتی ہے کہ اس حدیث سے ناظرین اہل فہم بھی کوئی حکم استنباط کریں۔ باقی یہ
امر بدیہی ہے کہ کیف ما اتفق کسی حکم کا اخراج کافی نہوگا۔ بلکہ دو باتوں کا لحاظ ضروری ہے اوّل
یہ کہ مؤلف نے اس حدیث سے جو حکم یا احکام نکالے ہوں اُنکے ماسوا ہونا چاہئیے دوسرے جن
ابواب کے ذیل میں یہ باب بلا ترجمہ مذکور ہے اُنہیں کے مناسب کوئی ترجمہ استخراج کیا جاوے۔
چونکہ یہ امر مؤلف کی شان اور طرز دونوں کے مناسب ہے اسلئے ہمکو بھی چاہئیے کہ جب کوئی باب
بلا ترجمہ دیکھیں تو اوّل دیکھ لیں کہ باب سابق کے ساتھ اُسکو کسی قسم کا تعلق ہے یا نہیں اگر ہے
تو فبہا ترجمہ سابق اُسکے لئے کافی ہے اور اگر مربوط نہیں تو ہر دو قید مذکورہ بالا کو پیش نظر رکھکر ترجمہ
جدید کی فکر ضرور ہے۔ احتمالات محضہ بعیدہ سے یہ امر بہمہ وجوہ مناسب اور مفید ہے۔ جسقدر ابواب
بلا ترجمہ مؤلف نے ذکر فرمائے ہیں باوجود کثرت سب انہیں دو صورتوں معروضہ میں منحصر معلوم ہوتے
ہیں لیکن بعض مواقع میں تامل صادق کی حاجت ضرور ہے۔ تقدیر سے اگر ایک دو باب تمام کتاب
میں ایسا نظر آوے کہ کسی صورت میں داخل نہو سکے تو مقتضائے فہم و انصاف یہ ہے کہ ہم اُسکو
اپنے قصور فہم پر حمل کریں اور جسکو اس سے استنکاف ہو۔ غایۃ ما فی الباب وہ کسی کی سہو و
خطا پر محمول فرما کر تمام کتاب میں دو یا چار جگہ اپنا دل خوش کر لیں جو دفعیہ چشم بد کیلئے بھی مناسب ہے
بالجملہ حالت مجبوری کو مستثنے کر کے ایسے ابواب کو انہیں دو صورتوں میں داخل رکھا جاوے گو
کسی قدر تکلف بھی کہیں کرنا پڑے کیونکہ یہ امر معلوم اور مسلم ہے کہ مؤلف رحمہ اللہ متعدد مواقع میں دور
کی مشابہت اور مناسبت سے بھی اپنا مدعا ثابت کرنے سے دریغ نہیں کرتا۔

بعض ابواب ایسے بھی ہیں کہ وہاں دونوں احتمال مجتمع معلوم ہوتے ہیں یعنی باب سابق سے بھی
ربط ہے اور جدید ترجمہ بھی بے تکلف مناسب ہے یا تراجم جدیدہ متعددہ وہاں چسپاں معلوم ہوتے ہیں۔

سوا ایسے مواقع کے دیکھنے سے یہی امر راجح معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف علام کو تکثیر فوائد بھی ترک ترجمہ پر باعث ہوتی ہے اور تحدید فائدہ کے اندیشہ سے کوئی ترجمہ معین نہیں فرماتا۔

کبھی باب سابق یا ابواب سابقہ میں کوئی خلجان یا اشکال ہوتا ہے اُسکے ازالہ کے لئے باب بلا ترجمہ ذکر کرکے ایسی حدیث بیان کرتا ہے جس سے خلجان مذکور دفع ہو جاتا ہے۔ بعض جگہ کسی احتیاط یا کسی اندیشہ کی وجہ سے ترجمہ کی تصریح مناسب نہیں سمجھتا۔

(۹) مواقع کثیرہ میں باب کے ساتھ صرف ترجمہ مذکور ہے مگر حدیث مسند کا ذکر نہیں ہم اُن کو تراجم مجردہ سے تعبیر کرینگے۔ اِنکے متعلق بھی شراح محققین نے چند احتمال ذکر فرمائے ہیں اور جہاں ترجمہ مجرد آتا ہے وہاں اُنہیں احتمالات سے کام لیتے ہیں مگر ہمارے نزدیک بعد غور اُن میں تفصیل احق بالقبول نظر آتی ہے اسلئے عرض ہے کہ تراجم مجردہ دو طرح کے ہیں۔ ایک تو وہ جنکے ماتحت کوئی حدیث مسند مذکور نہیں مگر ترجمہ کے ذیل میں آیت یا حدیث یا کسی کا قول مذکور ہے اُن کا نام ہم تراجم مجردہ غیر محضہ رکھے لیتے ہیں اور اسکے نظائر کتاب میں بکثرت موجود ہیں۔ دوسرے وہ کہ محض ترجمہ منعقد کرکے اُسکے بعد اور کچھ مذکور نہیں یعنی جیسے ترجمہ کیلئے حدیث مسند مذکور نہیں ایسے ہی ترجمہ کے ذیل میں بھی کوئی آیت یا حدیث یا اثر داخل نہیں صرف دعوے کے سوا کوئی چیز موجود نہیں اُنکا نام ہم تراجم مجردہ محضہ مناسب سمجھتے ہیں اور اسکے نظائر بہت کم ہیں قسم ثانی یعنی تراجم مجردہ محضہ میں کچھ ابواب ایسے بھی ہیں کہ اُن میں مؤلف رحمہ اللہ نے نفس آیات کو ترجمہ بنایا ہے تو اب تراجم مجردہ کی تین صورتیں ہو گئیں اول تراجم مجردہ غیر محضہ۔ دوسرے تراجم مجردہ محضہ جنمیں آیات کو ترجمہ بنایا ہے اُنکا نام تراجم محضہ صوریہ مناسب ہے تیسرے تراجم مجردہ محضہ جنمیں مؤلف نے اپنے قول کو ترجمہ بنایا ہے اُنکا نام تراجم محضہ حقیقیہ رکھ لیجے اِس تفصیل کے بعد عرض ہے کہ قسم اول یعنی

تراجم مجردہ غیر محضہ میں تو چونکہ آیت یا حدیث یا قول مسند قابل احتجاج کو ترجمہ کے ساتھ ذکر کیا ہے جو کہ اثبات دعوے کے لئے بالکل کافی ہیں تو ظاہر ہے کہ مؤلف کے ثبوت دعوے میں کوئی حالت منتظرہ باقی نہیں جسکی وجہ سے کسی دوسری دلیل کالانا ضروری سمجھا جاوے۔ دلائل مذکورہ پر مؤلف کا قناعت کرنا کسی طرح موجب خلجان نہیں ہوسکتا۔ ایسی ہی قسم ثانی یعنی تراجم محضہ صوریہ میں اگرچہ ظاہر میں ترجمہ کے ساتھ کوئی دلیل مذکور نہیں مگر خود ترجمہ چونکہ آیت قرآنی ہی جو کہ دلیل فوق جمیع الادلہ ہی تو ظاہر ہی کہ اُسکو اپنے ثبوت میں کسی دلیل کی حاجت نہیں ظاہر نظر میں محض ترجمہ نظر آتا ہی اور حقیقت میں وہ دعوے دلیلہا نفسہا کا مصداق ہی اسلئے اس قسم کے تراجم کا حال بھی بے تکلف اور بطریق اولی وہی ہونا چاہیئے جو قسم اوّل کا مذکور ہوا ان دونوں قسموں میں مؤلف کے دعوے کو بلا دلیل خیال کرنا دعوے مخالف دلیل ہی۔

باقی یہ امر کہ ان دونوں قسموں میں مؤلف حدیث مسند حسب عادت مستمرہ کیوں نہیں لایا صرف آیت وغیرہ پر قناعت کیوں کی سو اسکی وجہ یا یہ ہوتی ہی کہ شرائط مؤلف کے مطابق کوئی حدیث نہیں ملی یا حدیث ایسی موجود ہی مگر چونکہ دوسرے موقع میں مذکور ہی اسلئے بوجہ لزوم تکرار یہاں ذکر نہیں کرتا یا تمرین وتشحیذ منظور ہی۔

اب باقی رہگئی تیسری صورت یعنی تراجم محضہ حقیقیہ کہ نہ اُنکے ساتھ کوئی دلیل مذکور ہی اور نہ وہ خود حجت اور دلیل شمار ہوسکتی ہیں اور اسلئے وہ محض دعوی بلا دلیل نظر آتے ہیں سو اُنکے متعلق یہ عرض ہی کہ مکرر ورق گردانی کے بعد بھی ایسے تراجم ہماکو بہت کم ملی جنکا عدد دس تک بھی نہیں پہنچتا اور ہماری قصور نظر کے احتمال اور اختلاف نسخ کی بنا پر غایۃ ما فی الباب اس عدد میں قدرے زیادتی بھی ممکن ہی مگر ایسی ہی کمی بھی ممکن ہی سو ان تراجم قلیلہ

ہیں اکثر تو ایسے ہیں کہ باب سابق میں یا لاحق میں اُنکے مطابق صریح حدیث مسند مذکور ہی کل دو یا تین باب ایسے ہیں کہ گو اُنکے آس پاس کے ابواب میں بھی حدیث مطابق نظر نہیں آتی مگر ابواب بعیدہ میں اُنکے مطابق حدیث موجود ہی اِن سب باتوں پر نظر ڈالنے کے بعد راجح یہی معلوم ہوتا ہی کہ مؤلف نے اِن مواقع میں بھی تراجم محضہ پر بالقصد قناعت کی ہی اور بوجہ احتراز عن التکرار یا بغرض تشحیذ اذہان یا بہر دو وجہ اُن احادیث کو اثبات مدعا کے لئے کافی سمجھا جو ابواب متصلہ یا بعیدہ میں مذکور ہیں هذا ما عندنا من التفصیل واللہ اعلم بالصواب و مراد العباد۔

(۱۰) بعض مواقع میں مؤلف رحمہ اللہ ایک مدعا کو مکرر تراجم اور ابواب میں ثابت فرماتا ہی اور اسکی مختلف صورتیں ہیں مثلاً اُن میں اجمال ہوتا ہی دوسرے باب میں تشریح کر دیتا ہی کبھی اول میں حدیث مسند کے ماسوا کسی دلیل سے ثابت کر جاتا ہی دوسرے باب میں حدیث مسند سے ثابت کر دیتا ہی کبھی تراجم میں تعدد ہوتا ہی مگر مدعا اُن سے ایک ہوتا ہی کبھی ایسا بھی کرتا ہی کہ ترجمہ کے لئے جو حدیث لاتا ہی اُس سے ثبوت مدعا میں کوئی کوتاہی یا کمی نظر آتی ہی اُسکے بعد دوسرے باب میں جو حدیث لاتا ہی اُس سے کوتاہی اور کمی سابق کی بھی مکافات ہو جاتی ہی۔ کبھی ایک ترجمہ کے اثبات کے لئے حدیث مسند بیان کرتا ہی جس سے اِس ترجمہ کے علاوہ دوسرا ترجمہ مناسب مقام بھی ثابت ہوتا ہو اُسکے بعد اُس دوسرے ترجمہ کو منعقد فرما کر حدیث نہیں ذکر کرتا پہلی حدیث پر بس کرتا ہی جو غور نہیں کرتا وہ کہتا ہی کہ امام بخاری رحمہ اللہ کسی وجہ سے حدیث نہیں لا سکا حالانکہ بخاری رحمہ اللہ پہلے ہی فارغ ہو چکا ہی۔ کما فصلناه فی التراجم المجردة۔

کبھی ترجمہ میں چند امور مذکور ہوتے ہیں مگر حدیث میں صرف بعض کا ذکر ہوتا ہی تو

ایسی حالت میں کہیں تو ترجمہ کے ذیل میں آثار و اقوال سے اُسکی مکافات کرجاتا ہے
اور کبھی یوں معلوم ہوتا ہے کہ قیاس پر حوالہ منظور ہوتا ہے۔
بہت مواقع میں ترجمہ میں ایک لفظ مجمل و مبہم ایسا لاتا ہے کہ شراح بھی اُسکی تعیین
و تفصیل میں مختلف ہوجاتی ہیں ایسی صورت میں وہ احتمال راجح ہونا چاہیئے جو مناسب
مقام زیادہ ہو اور جسمیں مؤلف پر کوئی خدشہ عائد نہو۔ اگر دونوں مساوی ہوں تو ہم سمجھینگے
کہ مؤلف کی مراد دونوں ہیں اور اسی لئے ایسا لفظ اختیار کیا ہے۔
(۱۱) بہت جگہ ایسے ترجمے نظر آتے ہیں کہ جنکے بیان کرنیکی حاجت معلوم نہیں ہوتی
سو اُسکی چند وجہ ہیں ایک یہ کہ کسی قول قائل کے رد کی طرف اشارہ ہوتا ہے جیسا کہ حضرت
شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مصنف ابن ابی شیبہ اور مصنف عبدالرزاق کے کسی قول
کی تردید کی طرف مؤلف نے بہت جگہ اشارہ کیا ہے جسکا پتہ اُن کتابوں کے تفحص سے معلوم
ہوسکتا ہے۔ دوسرے یہ کہ بعض مواقع میں کسی خدشہ کا احتمال ہوتا ہے یا کسی روایت کے تخالف
اور تضاد کی طرف وہم جاتا ہے اُسکے انسداد کے لئے مؤلف ایسا کرتا ہے۔ تیسرے یہ کہ جواز و
اباحت کے بیان کرنیکی گو حاجت نہو مگر سنیت و استحباب کا اثبات منظور ہو جو قول و فعل شارع
پر موقوف ہے اور حکم قیاسی اور مستنبط کو منصوص کر دیا دیکھو کتنا انفع اور اہم ہے۔
(۱۲) کبھی مؤلف رحمہ اللہ ایک ترجمہ منعقد کرتا ہے جو اُسکو مقصود ہے مگر روایات میں بعینہ
اُسکی دلیل نہیں ملتی یا دلیل میں قلت اور تنگی ہے یا کوئی خلجان ہے۔ اسلئے ترجمے کے بعد
اسکے مناسب دوسرا ترجمہ بیان کر دیتا ہے جسکے دلائل بعینہ صریح موجود ہیں اور ترجمہ ثانی کے
مطابق روایت ذکر کرتا ہے۔ اور مقصود اس روایت سے ترجمہ اولی کا اثبات ہوتا ہے جو
مقصود ہے ترجمہ ثانی صرف استدلال میں وسعت اور سہولت پیدا کرنیکو لاتا ہے۔

(۱۳) کبھی ترجمہ میں دو امر مذکور ہوتے ہیں لیکن حدیث صرف ایک جزو کے متعلق مذکور ہوتی ہی جسکو دیکھکر خیال ہوتا ہی کہ ایک جزو بلا ثبوت رہگیا مگر مقصود مؤلف چونکہ جزو واحد ہی دوسرا جزو مسلم اور ظاہر ہی فقط تبعاً یا احتیاطاً بیان کر دیا ہی اسلئے اُس کے متعلق حدیث بیان کرنیکی حاجت نہیں ہوتی۔

(۱۴) کبھی ترجمہ کے بعد اُسکے مطابق حدیث بیان کرکے دوسری روایت ایسی بیان کرجاتا ہی جسکا تطابق ترجمہ سے ظاہر نہیں ہوتا سو اُسکی یہ وجہ ہی کہ حدیث اوّل میں کوئی امر قابل بیان ہوتا ہی اُسکی تکمیل کی ضرورت سے حدیث ثانی لاتا ہی اثبات ترجمہ کیلئے نہیں لاتا بلکہ بعض اوقات کبھی ضرورت سے حدیث ثانی مخالف ترجمہ بیان کرجاتا ہے

(۱۵) اکثر مواقع میں ترجمہ کا حکم مذکور نہیں ہوتا ترجمہ کو مطلق ذکر کرتا ہی سو اکثر تراجم میں تو اُسکا بے تکلف ناظرین سمجھ لیتے ہیں مگر بعض مواقع میں علما میں خلاف پیش آجاتا ہی کبھی اسکی وجہ سے مؤلف پر عدم تطابق حدیث کے الزام کی نوبت آتی ہی۔ ایسی صورت میں مناسب یہی ہی کہ روایات میں غور کرنے کے بعد ترجمہ میں اطلاق یا تقیید جو اولی ہو اسکو قائم رکھا جاوے اور تعیین قید میں بھی موافقت احادیث ملحوظ رہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم * ہست کلید در گنج حکیم

بِسْمِ اللّٰہِ افتتحت وعلیہ توکلت اللّٰھم انی اسئلک رحمۃ من عندک تھدی بھا قلبی وتجمع بھا امری وتلم بھا شعثی۔ وصلی اللّٰہ علی سیدنا ومولانا محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم ○

بدرد و صاف ترا حکم نیست دم درکش   کہ ہرچہ ساقی ما ریخت عین الطاف ست

اصول کلیہ کے بعد تراجم جزئیہ کے متعلق تفصیل عرض کیا جاتا ہی مگر جو تراجم کہ ظاہر ہیں اُن میں کوئی دشواری نہیں اُن کے ذکر کی بھی حاجت نہیں۔ اللّٰھم الھمنی رشدی واعذنی من شر نفسی۔

باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وقول اللّٰہ جل ذکرہ انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح والنبیین من بعدہ۔

یہ اوّل باب ہے اور مؤلف رحمہ اللہ اور ناظرین علماء کی نظروں میں ہمیشہ سے مہتم بالشان چلا آتا ہی شراح محققین نے اِسکے متعلق ہر ہر امر کو بسط سے تحریر فرمایا ہی مگر ہم صرف وہی امر عرض کرنا چاہتے ہیں جو ہمکو یہاں مقصود ہی اسلئے اوّل ترجمہ کے متعلق کچھ عرض کرتے ہیں اُسکے بعد احادیث مندرجۂ باب کی تطبیق ترجمہ کے ساتھ بیان کرینگے جو ہمکو اِس تالیف سے مقصود ہے واللّٰہ الھادی۔

شروع اصول میں ہم عرض کر چکے ہیں کہ بسا اوقات ترجمۃ الباب کا مدلول مطابقی مؤلف کو مطلوب نہیں ہوتا بلکہ اُس سے کسی خاص غرض کی طرف اشارہ ہوتا ہی اُسی کو احادیث باب سے ثابت کرنا منظور ہوتا ہی سو یہاں یہی صورت ہی اوّل تو ملاحظہ فرمایئے کہ مؤلف نے کتاب کو

باب وحی سے شروع کیوں فرمایا اسکی کیا وجہ حالانکہ دیگر کتب احادیث کے موافق ابواب فضائل قرآن کو اپنے موقع پر بیان کیا ہے اور متعدد ابواب نزول وحی کے متعلق وہاں مذکور ہیں یہاں صرف اس ایک باب کے مقدم لانے میں کیا غرض ہے اس حالت کی کیا وجہ سو ادنے توجہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ نبیؐ کی نبوت اور تمام اصول و فروع اسلامی کی صحت چونکہ وحی پر موقوف ہے اسلئے سب سے پہلی حتے کہ ایمان اور علم سے بھی اول وحی کا ذکر مناسب ہوا چنانچہ شراح محققین صاف یہی ارشاد فرماتے ہیں سو اس سے معلوم ہو گیا کہ مؤلف رحمہ اللہ کی غرض اس موقع میں یہ ہے کہ وحی پر چونکہ جملہ امور اسلامیہ کا مدار ہے اور یہی ایک ایسی دلیل ہے کہ جس میں کسی طرف سے خطا و غلط کا ادنے احتمال نہیں ہو سکتا لا یاتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه اور یہی بندہ پر مفترض الطاعة ہے اِنِ الحُکمُ اِلّا لِلّٰہ ۔

اور تمام اہل عقل اور اہل اشراق و حکمت اور تمام مخلوقات بھی ملکر اسکے کسی ایک حکم کا معارضہ نہیں کر سکتی اور جیسا وحی کا حق و صواب ہونا ضروری ہے ایسے ہی اسکے خلاف کا باطل اور لغو ہونا یقینی ہے عقائد ہوں یا اعمال اصول ہوں یا فروع عبادات ہوں یا معاملات اخلاق ہوں یا احوال سب کے حسن و قبح کا منشاء اور حجت قاطعہ وحی ہے وحی کے ہوتے کوئی دلیل کوئی حجت قابل التفات بھی نہیں اسلئے مؤلف اپنی کتاب میں اول وحی کی عظمت اور عصمت اور صداقت کو بیان فرما کر اسکے بعد اور چیزوں کو ذکر کریگا اور جو کچھ بیان کریگا سب ماخوذ من الوحی ہوگا حتے کہ وحی کے متعلق بھی جو احوال بیان کریگا وہ بھی وحی سے ہی ماخوذ ہونگے کیونکہ قابل اعتماد اگر کچھ ہے تو وحی ہے اسکے بعد احادیث ستہ مذکورہ فی الباب میں بھی غور کرنا ضروری ہے کہ ظاہر ترجمہ کے موافق ایک ہی روایت ہے وہ بس جس سے بسہولت یہ سمجھ میں آتا ہے کہ ظاہر یہی ہے کہ ظاہر ترجمہ کا بیان کرنا مقصود نہیں مؤلف کی غرض کچھ اور ہے سو اس غرض مضمر کے دریافت کرنیکا طریقہ اس سے

بہتر اور سہل اور قابل اعتبار کوئی نہیں ہو سکتا کہ انہیں احادیث میں غور کرنیکے بعد ایک امر
مشترک مناسب مقام معیّن کر کے مقصود ترجمہ ٹھہرایا جاوے کہ جملہ احادیث مذکورہ فی الباب
بسہولت اسپر منطبق ہوجاویں اور مؤلف کا مقصود بھی محقق اور ثابت ہوجاوے سو احادیث
مذکورہ میں تأمل کرنے سے یہی سمجھ میں آتا ہے کہ غرض مؤلف بیان عظمت و عصمت وحی ہے
کما لا یخفے علی المتامل المتفطن بالجملہ ہر دو امر معروضہ بالا سے خوب دلنشین ہوتا ہے کہ
ترجمۃ الباب سے مؤلف کی غرض اثبات عظمت و صداقت وحی ہے اب اس پر جس صاحب فہم کا دل
چاہے احادیث باب کو منطبق کرلے انشاء اللہ کسی روایت کی تطبیق میں تاویل کی بھی حاجت
نہوگی۔ استحساناً اتنا ہم اور بھی عرض کئے دیتے ہیں کہ بدء الوحی میں مؤلف نے مبدأ کو عام رکھا ہے
اسلئے اسکو اپنی طرف سے زمان یا مکان کے ساتھ مقید کرلینا ہرگز ٹھیک نہیں بلکہ زمان و مکان
دونوں سے عام ہے کما یظہر من الاحادیث نیز وحی بھی متلو اور غیر متلو دونوں کو شامل
ہے کما صرح بہ الشاہ ولی اللہ قدس سرہ بلکہ مؤلف کا مقصود اعظم وحی غیر متلو ہے اور اس موقع پر
خاص وحی متلو مراد لینے سے صرف تطبیق ہی میں خلل نہیں پڑتا مؤلف رحمہ اللہ کی جو اس ترجمہ
سے غرض اصلی ہے وہ فوت ہوئی جاتی ہے فالحذر الحذر خلاصہ یہ ہے کہ یہ
باب مقدمۃ الکتاب ہے اسکے بعد مقاصد ہیں۔

ترجمہ کے بعد مؤلف رحمہ اللہ نے وقول اللہ جل ذکرہ انا اوحینا الیک کما
اوحینا الی نوح والنبیین من بعدہ بیان کیا اگرچہ اقرب اور ظاہر یہ ہے کہ لفظ
قول کو مرفوع بتقدیر الخبر کہا جائے یعنی وفیہ قول اللہ جل ذکرہ مگر انصاف سے یہ
امر قابل نزاع نہیں ہمکو مؤلف رحمہ اللہ کے مدعا سے مطلب ہے سو مؤلف کی غرض یہ ہے کہ قول سبحانہ
وتعالی سے اپنے ترجمہ پر استدلال لائے قول کو چاہو مرفوع پڑھو چاہو مجرور مؤلف اکثر تراجم کے ساتھ

آیات قرآنی کو بغرض استدلال ذکر کرتا ہی مگر کبھی عنوان استدلال کا ہوتا ہی اور کبھی عطف سے ذکر
کرجاتا ہی۔ اِسکے بعد عرض ہی کہ اس سے پہلے رکوع میں یسئلك اهل الكتاب ان
تنزل عليهم كتابا من السماء فرما کر اہل کتاب پر سخت سخت الزامات کا اور وعید کا
تمام رکوع میں ذکر ہی اُسکے بعد انا اوحينا اليك سے اُنکے سوال کا تحقیقی اور تفصیلی جواب دیا جاتا ہی
اور اس رکوع میں بلکہ اخیر سورہ تک وحی کی عظمت اور صداقت اور اُسکی متابعت کی فرضیت
اور وحی منزل علی رسولنا الکریم علیہ الف صلوات کی فضیلت اور امتیاز کا اس تفصیل سے ارشاد ہے
جسکی نظیر قرآن مجید میں دوسری جگہہ ہمکو نہیں ملتی اس سے دو باتیں سمجھ میں آتی ہیں اول یہ کہ
مؤلف رحمہ اللہ کی غرض اس باب سے بیشک ثبوت عظمت و صداقت وحی ہی کما صاف معلوم
ہوتا ہی کہ مؤلف محقق غائر النظر نے تمام قرآن مجید میں سے اِنہیں آیات کو اپنے ثبوت مدعا کے
لئے وافی و شافی سمجھکر انتخاب کیا دوسرے یہ کہ صرف اسی حصہ آیت سے جو کہ ترجمہ میں مذکور
ہی استدلال لانا منظور نہیں بلکہ اسکے ساتھ جملہ الی آخر ذکر الوحی ملحوظ ہی چنانچہ علامہ سندہی وغیرہ
شارحین کے ارشاد سے ظاہر ہوتا ہی اور مؤلف نے متعدد مواقع میں ایسا کیا ہی۔ اسلئے
ہم کہہ سکتے ہیں کہ بظاہر ترجمۃ الباب گو ایک جملہ ہی مگر مؤلف کو ملحوظ تمام رکوع بلکہ
دونوں رکوع ہیں جس سے مؤلف کا مدعی اسقدر مستحکم معلوم ہوتا ہی کہ پہاڑ کا استحکام بھی ہیچ
نظر آتا ہی۔

مطلب کی باتوں سے فارغ ہو کر ہم چاہتے ہیں کہ آیہ کریمہ میں جو قید من بعدہٖ مذکور ہی اُسکے
متعلق بھی بالاختصار کچھ عرض کر دیا جاوے ہر چند ہماری غرض اصلی میں اُسکو دخل نہیں مگر لطف
و تعلق سے خالی نہیں دوسرے حضرات مفسرین اور شراح حدیث نے عامۃً اس چھوٹی سی بات کو
قابل لحاظ غالباً نہیں سمجھا اسلئے اُس سے بحث نہیں کی اور ہمارا مبلغ علم منتہی اسی قسم کی باتیں

ہیں اسلئے عرض ہی کہ یہ بات توظاہر ہی کہ اگر من بعدہ کی قید نہوتی تو چونکہ النبیین میں تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام داخل ہیں تو جملہ انبیاء کی وحی مشبہ بہ میں ضرور شمار ہوتی اب اس قید بعدیۃ سے جو انبیا حضرت نوح علیہ السلام سے مقدم ہیں اُنکی وحی مشبہ بہ سے خارج رہی سو اس کے اخراج کی کیا وجہ بظاہر تعمیم چسپاں معلوم ہوتی ہی سو اسکی وجہ حدیث صحیح اور ارشاد بعض محققین سے یہ سمجھہ میں آتی ہی کہ سب سے اول احکام خداوندی جو بندوں کی طرف لیکر آئے اور احکام شریعت کی سب کو منجانب اللہ تکلیف دی وہ حضرت نوح علیہ السلام ہیں اسی لئے احادیث صحیحہ میں اُنکے حق میں اوّل رسول بعثہ اللہ اور اوّل الرسل الی اھل الارض وغیرہ ارشادات موجود ہیں اور اسی لئے اُنکی مخالفت پر عذاب اوّل آیا اور حضرت نوح سے پہلے جو انبیا ہوئے اُنکی تعلیم اور ہدایت اپنی اولاد اور اپنی قوم کو ایسی سمجھنی چاہئے جیسے باپ کی تربیت اپنی اولاد کو اور بزرگوں کی نصیحت اپنے اتباع کو۔

نیز حضرات اکابر کے ارشاد سے یہ بھی معلوم ہوتا ہی کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت نوح علیہ السلام تلک کا زمانہ عالم اور شخص اکبر کی طفولیت کا زمانہ تھا حضرت نوح علیہ السلام کے وقت سے بلوغ اور تکلیف کا زمانہ شروع ہوا اسلئے ابتدائی زمانہ میں تو امور متعلقہ معیشت میں مشغولی زائد رہی اسکی ضرورت تھی اور اسکی مامور بھی تھی اُس کے ساتھ ساتھ بقدر ضرورت آہستہ آہستہ تعلیم احکام بھی ہوتی رہی جب زمانہ تکلیف کی نوبت آئی تو پھر ایک صاحب شریعت کو رسول خداوندی مقرر کرکے اُنکی طرف بھیجا گیا اور اُسکی متابعت کا امر ہوا جس نے اُنکے حکموں کو قبول کیا جو درحقیقت احکام خداوندی تھے وہ فائز ہوا اور جس نے اُنکی مخالفت کی جو درحقیقت مخالفت احکام الٰہی تھی وہ ہلاک اور غارت ہوئے تو اب من بعدہ کے ارشاد سے بلا تامل یہ سمجھ میں آتا ہی کہ آیۃ کریمہ کا مطلب یہ ہی کہ اے نبی الانبیاء ہمنے

جو تم پر وحی بھیجی تو وہ وحی وہ وحی ہی جو حضرت نوحؑ سے لیکر حضرت عیسیٰؑ تلک بھیجی گئی تھی یہ وہ وحی نہیں جو ابتداء میں حضرت نوحؑ سے پہلے بھیجی جاتی تھی اس وحی کی مخالفت کا ویسا نتیجہ ہی جو حضرت نوحؑ اور حضرت ہودؑ اور حضرت صالحؑ اور حضرت موسیٰؑ وغیرہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کی امتوں پر گذر چکا جس سے اس وحی کی عظمت اور واجب التسلیم ہونے میں بہت ترقی ہو گئی اور اسکی مخالفت پر تنبیہ اور تہدید بھی پوری ہو گئی وہو المقصود۔

اسکے بعد یہ ضرورت نہیں معلوم ہوتی کہ اب ہر ہر حدیث کی تطبیق مفصل عرض کی جاوے انشاءاللہ تمام معروضات کے ملاحظہ کے بعد ہر فہیم منصف بے تکلف تطبیق دیکھتا ہی البتہ بنظر احتیاط اتنا مناسب معلوم ہوتا ہی کہ ہر ایک حدیث کے متعلق بھی مختصر طور پر کچھ کچھ عرض کر دیا جاوے سو سننے ترجمہ کے ساتھ جو آیۃ مذکور ہو اُس سے تو یہ معلوم ہوا کہ وحی کا مبدء ذات تعالیٰ و تقدس ہی۔ یہ خاص اُسی کا پیام اور اُسی کے احکام ہیں جو اُسنے اپنے نبی پر نازل فرمائے فرشتہ یا نبی وغیرہ کسی کا کلام نہیں۔ اور آخر مضمون وحی تلک غور سے دیکھو کسقدر اہتمام اور تاکید اسکے ساتھ وحی کی شان ارشاد فرمائی گئی ہی بالجملہ ان آیات سے محقق ہو گیا کہ وحی کا بھیجنے والا حق تعالیٰ شانہ ہی اور یہ وحی نبی کے سوا اور کسی کی طرف نہیں بھیجی جاتی۔

اسکے بعد مؤلف نے اول حدیث إنّما الأعمال بالنّيات وإنّما لكلّ امرء ما نوى الخ کو ذکر کیا جس سے صاف معلوم تا ہی کہ نیت اعمال کیلئے مبدأ اور منشا ہی نیت اصل ہی اور اعمال اسکی فرع تو جس شخص سے اعلے درجہ کے اعمال ظاہر ہونگے ہم ضرور سمجھ جاوینگے کہ اسکی نیت اعلیٰ ہی بلکہ یوں کہہ لیجے کہ حق سبحانہ اپنے جس بندہ سے جو معاملہ فرماتا ہی اور اس سے جس درجہ کا کام لینا منظور ہوتا ہی اول ضرور ہی کہ اسکی نیت بھی اسی درجہ کی ہو چنانچہ شیخ داؤد کبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی کتاب عیون الحقائق میں اسکی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ علی قدر ارتقاء

همتك في نيتك يكون ارتقاء درجتك عند عالم سرير تك -

تو اب حدیث انما الاعمال بالنیات سے معلوم ہوگیا کہ وحی الٰہی جسپر نازل ہوتی ہے یعنی کار نبوت جس سے لینا منظور ہوتا ہے ضرور ہے کہ اول اُسکی نیت بھی اُس درجہ کی ہو جس سے خاتم النبیین کی نیت کا خاتم النیات ہونا بالبداہت معلوم ہوگیا -

اسکے بعد دوسری روایت حضرت عائشہؓ کی مذکور ہے جس میں کیف یاتیك الوحی اور اُس کا جواب موجود ہے اس حدیث سے دو امر ظاہر ہوتے ہیں اول یہ کہ آپکے پاس وحی لیکر ملک آتا ہے یہ پہلے معلوم ہوچکا تھا کہ مرسل حق تعالیٰ اور مرسل الیہ نبی علیہ السلام ہیں اب معلوم ہوگیا کہ رسول یعنی وحی لانیوالا ملک ہے نزول وحی کے لئے یہی مبادی ثلثہ ضروری ہیں دوسری بات اس حدیث سے یہ معلوم ہوگئی کہ نزول وحی کے وقت آپ پر بہت شدت ہوتی تھی اسی کی تائید کیلئے اس حدیث کے آخر میں حضرت عائشہؓ کا قول مذکور ہے کہ میں نے خود دیکھا کہ برد شدید میں آپ پر جب وحی نازل ہوتی تو پیشانی مبارک سے عرق بہنے لگتا تھا - اس سے بھی وحی کی عظمت معلوم ہوتی ہے - اور وحی کا من اللہ ہونا سمجھ میں آتا ہے -

اسکے بعد تیسری روایت حضرت صدیقہؓ کے غار حراء کے قصہ کے متعلق مفصل مذکور ہے جس میں غار حرا سے پہلے اور غار حرا کی حالت مندرج ہے - تمام باب بدء الوحی میں یہی ایک حدیث ہے جو صراحۃً ترجمہ کے مطابق ہے اسکے تطابق میں کسی کو تاویل کی یا مؤلف رحمہ اللہ پر اعتراض کرنیکی نوبت نہیں آئی اسلئے اسکی مطابقت میں ہمکو کچھ عرض کرنیکی حاجت نہ تھی مگر جب ہم دیکھتے ہیں کہ عبارات شروح سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاید وجہ مطابقت یہی ہے کہ غار حراء سے ابتداء نزول وحی ہوا اور بس حالانکہ عظمت و صداقت وحی سے ابتداء مذکور کو کوئی خاص تعلق بھی نہیں معلوم ہوتا جو کہ اس موقع میں مؤلف کو مقصود ہے اس وجہ سے یہ عرض ہے کہ

تأمل سے یہ سمجھ میں آتا ہی کہ مؤلف رحمہ اللہ کو اس مفصل روایت کے بیان فرمانے سے چند
مبادی نزول وحی بتلانی منظور ہیں جن سے عظمت و صداقت وحی دلنشین ہوتی ہی
دیکھئے اِنّکَ لتصل الرحم وتحمل الکل وتکسب المعدوم وتقری الضیف وتعین
علی نوائب الحق سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ آپ خلقۃً جامع ملکات فاضلہ اور اخلاق جمیلہ
اور جائز افعال حسنہ اور خصال حمیدہ تھے جو کہ مبدأ و منشاء نبوت ہیں اور کتاب التفسیر میں و
تصدق الحدیث بھی اِس روایت میں موجود ہی پھر جب وحی کا وقت آیا تو شروع وحی رؤیائے صالحہ
صادقہ سے ہوا پھر آپ کو خلوت اور سب سے یکسوئی پسند ہوئی تو غار حرا میں آپ کچھ عرصہ عبادت و
ریاضت میں برابر مشغول رہے ان تمام مراحل کے بعد وحی فرشتہ لیکر آیا تو وہ آپکو بار بار امر کرتا
ہی اقرء آپ عذر کرتے ہیں کہ ما انا بقارئ یعنی پڑھ نہیں سکتے فرشتے نے بہت قوت سے تین بار
آپکو دبایا اُسکے بعد چند آیات اقرء کے شروع کی آپکو پڑھائیں جن میں صرف قراءۃ کا آپکو حکم ہی باقی
حق تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور انعام علمی کا جو خاص انسان پر فرمایا گیا ہی مذکور ہی جس سے آپکی تسکین
و تقویت منترشح ہوتی ہی نماز یا روزہ وغیرہ کسی کام کی تکلیف آپکو نہیں دیگئی تھی مگر اس پر بھی آپکے
قلب مطہر اور جسم مبارک پر لرزہ تھا اِسی حالت میں گھر تشریف لائے اور دیر تلک کپڑے میں لپٹے
لیٹے رہے جب وہ کیفیت فرو ہوئی تو آپنے حضرت خدیجہؓ سے فرمایا کہ مجھکو جان کا خوف ہوتا ہے
اُنھوں نے زور سے اس اندیشہ کا انکار کیا اور آپکی مدلل تسکین کی اور ورقہ جو انجیل کا عالم اور حالات
انبیاء سے واقف تھا اُسکے پاس آپکو لے گئیں اُس نے سُنکر آپکی نبوت کی تصدیق کی اور تقویت دلائی
اب دیکھ لیجیے کہ اس حدیث میں اوّل سے آخر تلک مبادی وحی موجود ہیں تمام اخلاق و اعمال
و اقوال و حالات کی کیفیت معلوم ہوگئی اور عبادات و ریاضات و شدائد کا حال معلوم ہوگیا
انکو ملاحظہ کرکے وحی کی عظمت اور اُسکی صداقت کو سمجھ لیویں جو مؤلف کو مقصود ہی۔

چوتھی روایت حضرت ابن عباس کی ہے جس میں آیت کریمہ لا تحرک بہ لسانک لتعجل بہ کی تفسیر ہے اس سے بھی چند امور مناسب مقام ظاہر ہیں حضرت جبریل علیہ السلام کا آپ پر وحی لانا اور نزول وحی کے وقت آپ پر شدت ہونی اور علاوہ اس شدت کے جو حدیث سابق میں گذر چکی ایک شدت یہ بھی ہوتی تھی کہ اسی شدت کی حالت میں آپ وحی کو سنکر حضرت جبریلؑ کے ساتھ ساتھ خود بھی پڑھتے تھے اور ضبط وحی میں جد و جہد فرماتے تھے جسکی نسبت حق تعالیٰ نے اپنی رحمت سے تکفل فرمایا اور اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ فرماکر اس دشواری کو سہل کر دیا اور سہو و خطا کے خوف سے آپکو پورا مطمئن کر دیا گیا۔ اور معلوم ہو گیا جو ذات اقدس وحی کا مبدء اور مرسل ہے وہی حفاظت کی متکفل ہے جس سے رسول کریم کے سہو و نسیان کے احتمال کی بھی گنجایش نہ رہی اور وحی پر اعتماد کلی ہو گیا۔

پانچویں روایت بھی ابن عباس کی ہے جس میں رمضان شریف کی ہر رات میں حضرت جبریلؑ کا آپکے ساتھ قرآن مجید کا مدارسہ کرنا مذکور ہے اور یہ کہ اس زمانہ میں آپ کا اجود بالخیر ہونا اور بھی بیحد بڑھ جاتا تھا۔

اس سے وحی کا مزید اختصاص ماہ رمضان کے ساتھ بالبداہت سمجھ میں آتا ہے جو کہ افضل مشہور ہے اور شهر رمضان الذی انزل فیہ القرآن کے مؤید۔ اس حدیث سے وحی کی بدء زمانی کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے جو بعض روایات میں مصرح مذکور ہے مگر وہ روایات شروط مؤلف کے موافق نہیں نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ نزول وحی سے آپکے کمالات میں بہت ترقی ہوتی تھی جسکا نفع اوروں کو بھی پہنچتا تھا ان جملہ امور سے بھی عظمت و برکت وحی عیان ہے۔

اسکے بعد چھٹی روایت بھی ابن عباس کی ہے جس میں ہرقل کا طویل قصہ مفصل مذکور ہے ہرقل نے جو دس گیارہ سوال ابوسفیان بن حرب سے کئے اور سب کے جواب سنکر اس نے کہا:

فان کان ما تقول حقا فسیملک موضع ہاتین الی آخر مقالتہ اُس سے آپکی مبادی
وحی بہت سی معلوم ہوتی ہیں اور ابو سفیان اُسوقت تک مشرف باسلام نہوئے تھے خود ابو سفیان
کا قول مصرح موجود ہی حتی ادخل اللہ علی الاسلام والفضل ما شہدت بہ الاعداء
اور ان دس گیارہ باتوں کے سوا اور امور بھی اس روایت میں ایسے موجود ہیں کہ جن سے آپکی
نبوّت کی تصدیق ہوتی ہی۔ بالجملہ ترجمۃ الباب کا مطلب یہ ہی کہ آپ پر جو وحی نازل ہوئی
اُسکے مبادی اور احوال متعلقہ کیا ہیں اُنکو دیکھنا چاہیئے اور مقصود اس سے یہی ہی کہ وحی کی
صداقت اور آپکی نبوّت و رسالت ایک ایسا محقق اور سچّا امر ہی کہ اُن امور کو دیکھنے کے بعد
کوئی منصف اُسکے واجب التسلیم اور حق ہونے میں تردد نہیں کر سکتا مسلم ہو یا کافر۔
اِن حالات کو دیکھکر کہانت و سحر و شاعری جو کفار کے خیالات تھے وہ بھی باطل ہوگئے
اور ظاہر ہوگیا کہ وحی کے مقابلہ میں کسی کی عقل یا قول مقبول نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ حکم احکم
الحاکمین ہی جو نہایت موثق ذریعہ سے نبی معصوم پر نازل ہوا جس میں کسی جہت سے غلطی یا خطا
یا نسیان کا احتمال نہیں نیز وکیف وصل الینا بھی بتلانا بھی ضرور ہی منظور ہی کما صرح الشاہ
ولی اللہ الخ اُسکا جواب ذکر اسناد ہی۔ اب اِس سے فارغ ہوکر مؤلف رحمۃ اللہ اوّل
ایمان و اسلام کو بیان کرتا ہی اُسکے بعد جملہ امور مطلوبہ ایمان اور احکام اسلام کو بیان
کریگا عقائد ہوں یا اعمال عبادات ہوں یا معاملات الی ختم الکتاب اور جو کچھ بیان کریگا
وہ ماخوذ من الوحی ہوگا۔

کتاب الایمان

باب قول النبی صلے اللہ علیہ وسلم بنی الاسلام علی خمس وھو قول و
فعل ویزید وینقص۔

اِس کتاب میں جتنے تراجم مذکور ہیں اُنکا تطابق احادیث باب کے ساتھ ظاہر ہی مگر مقصود مؤلف اور مطلب ترجمہ میں بعض ابواب میں البتہ خفا ہی سو ایسے مواقع میں کچھ عرض کر دینا مناسب ہے۔

باب اوّل میں تین ترجمہ بیان کئے جن میں اوّل بعینہ جملہ مذکورہ فی حدیث الباب ہے اور تینوں ترجموں میں باہم استلزام ہی ہر ما قبل مابعد کو مستلزم ہے اور مقصود مؤلف یہ ہی کہ اعمال ایمان میں داخل ہیں جسکی وجہ سے ایمان کا زائد اور ناقص ہونا صاف معلوم ہوتا ہی اور یہ سب باتیں ایسی ظاہر ہیں کہ کسی دلیل کی محتاج نہیں البتہ قابل غور یہ امر ہی کہ مؤلف رحمہ اللہ کو کسکا خلاف کرنا منظور نظر ہی۔ مگر اوّل اتنا عرض کر دینا مناسب ہے کہ مصداق ایمان میں اعمال کو داخل کرنے میں تین مذہب ہیں ایک یہ کہ اعمال حقیقت ایمان شرعی کے لئے جز حقیقی ہیں و اذا فات الجزء فات الکل دوسرے یہ کہ اعمال ایمان سے بالکل خارج ہیں حتے کہ مصداق ایمان سے بھی بے تعلق ہیں الایمان قول بلا عمل اُنکا مقولہ ہی تیسرے یہ کہ حقیقت ایمانی سے تو خارج مگر ایمان کے لئے متمم اور مکمل ضرور ہیں جیسے اعضائے انسانی حقیقت انسانی سے خارج ہیں مگر کمال انسانی کے لئے موقوف علیہ خلاصہ یہ کہ اعمال حقیقت ایمانی سے تو خارج مگر کمال ایمانی کے جزء اور اُس میں داخل ہیں۔ یہ تیسرا مذہب اہلسنت کا ہی اور پہلا خوارج و معتزلہ کا اور دوسرا مرجئہ کا۔ اور اہل سنت میں جو اِس مسئلہ میں خلاف منقول ہی اُسکے لفظی ہونے میں وہی شک کر سکتا ہی جو الفاظ سے معانی تلک نہیں پہنچ سکتا کما صرح بہ علماء الفریقین تو اب ظاہر اور اقرب یہ ہی کہ مؤلف کو اِس باب میں مرجئہ کی تردید مقصود ہی اختلاف اہل حق کے متعلق کسی پر اعتراض کرنا ہرگز مقصود نہیں ورنہ مؤلف کو نزاع لفظی کا مرتکب ہونا تسلیم کرنا پڑیگا جو کہ شان محققین سے مباین بلکہ داب محصلین سے بھی بعید ہی اور نزاع حقیقی بنانے میں بیان

فقہاء کو مرجیہ میں شمار کرنا ہوگا یا محدثین کو خوارج و معتزلہ میں نعوذ باللہ۔ اور اسی پر بس نہوگی بلکہ بہت سے خلجان مؤلف کے بیان میں پیدا ہونگے اور جگہ جگہ تاویل کی حاجت ہوگی اول ہی ترجمہ جو بنی الاسلام علی خمس ہے اُس میں ایمان کا ذکر نہیں علی ہذا اسباب میں جو حدیث آتی ہے اُس میں بھی اعمال کا جزء اسلام ہونا ثابت ہوتا ہے نہ جزء ایمان جن سے اسلام کا یزید و ینقص ہونا مسلم ہوگا نہ ایمان کا اور اس میں اہلسنت کا خلاف نہیں اور دیکھیے ترجمہ کے ساتھ جو آیات و آثار منقول ہیں اُن میں بعض میں ہدایت مذکور ہے بعض میں تقویٰ بعض میں دین بلکہ بعض میں شرعہ اور منہاج تو انکو دیکھکر حیرانی ہوتی ہے کہ ان سے ایمان کا زائد و ناقص ہونا کیسے معلوم ہوا سوان سب باتوں میں تأمل کرنے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف کو اس باب میں مرجیہ کی تردید مقصود ہے اہلسنت کے باہمی خلاف کو جو حقیقت میں خلاف نہیں بیان کرنا ہرگز مقصود نہیں اور اب سب خلجان مذکورہ بالا مرتفع ہو جاوینگے کیونکہ اُنکے ابطال کیلئے اعمال کا ایمان یا اسلام یا دین یا ہدایت یا تقویٰ کسی میں مطلوب اور ماخوذ ہونا کافی ہے فتأمل۔ اسکے بعد اخیر کتاب الایمان تک جتنے ابواب ذکر فرمائے ہیں اُن میں بھی اکثر ابواب میں مرجیہ کی تردید کی طرف اشارہ ہے اور بعض میں خوارج اور معتزلہ کا ابطال ہے چونکہ اس مسئلہ میں درحقیقت افراط و تفریط کرکے انہیں فرقوں نے اہل حق کی مخالفت میں جد و جہد کی ہے مؤلف رحمۃ اللہ نے وحی متلو اور غیر متلو دونوں سے اُنکا بطلان ظاہر کردیا باقی مرجیہ کے ابطال میں زیادہ توجہ کرنیکی یا یہ وجہ ہے کہ اُنکی تفریط کا مفسدہ معتزلہ وغیرہ کے افراط کے مفسدہ سے زیادہ ہے کہ تمام اعمال شرعیہ کو غیر ضروری اور گویا فضول بنانا چاہا یا یہ وجہ ہے کہ باب بدء الوحی سے جو مؤلف کو مقصود تھا اسکے مباین قول مرجیہ ہے واللہ اعلم۔

یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ مؤلف نے جو ابواب آئندہ میں تراجم میں کسی عمل کو من الایمان اور

کسی کو من الاسلام اور کسی کو من الدین کہا ہی اور اُسکے اثبات میں آیات واحادیث و آثار
لایا ہی۔ اور کہیں ترجمہ میں ان میں سے ایک لفظ ذکر کیا اور حدیث میں دوسرا لفظ مذکور ہی مثلاً
ترجمہ میں اسلام کا ذکر ہی اور حدیث میں ایمان یا دین مذکور ہی یا اسکا عکس سو یہ امور قابل خلجان
ہرگز نہیں ہونے چاہئیں غالباً مؤلف رحمہ اللہ کو یہ دکھلانا منظور ہی کہ اس باب میں اکابر
سلف کا کیا مسلک ہی کما صرح بہ العلامۃ السندھی وغیرہ سو مؤلف نے بخوبی ثابت کر دیا کہ اعمال کو
جزء ایمان کہنے میں عند السلف توسع ہی اور نیز ایمان اسلام دین وغیرہ میں ایسا ارتباط ہی کہ ایک
کے جزء کو دوسرے کا جزء کہنا صحیح اور درست ہی سو ان ابواب سے اوّل تو مرجیہ کے خیال کی علی وجہ
الکمال تردید ہو گئی دوسرے لطیف اشارہ اِسکی طرف معلوم ہوتا ہی کہ ہمکو ان مطالب میں اتباع
سلف مناسب ہے مباحث کلامیہ جو متاخرین کا اختراع ہی اُن میں انہماک کی ضرورت نہیں
گو صحیح ہوں اور مسلک سلف کے مباین نہوں مؤلف رحمہ اللہ کی عادت ہی کہ بعض مواقع میں خصوصاً
مسائل اعتقادیہ متعلقہ صفات وغیرہ میں اہل اہواء کے خلاف کو تو بالتصریح کہیں بالاشارہ ذکر فرما
جاتا ہی مگر اہل حق کے خلاف کی طرف بہت اخفا سے اور نہایت احتیاط سے اشارہ کر جاتا ہی
جسکو غور صحیح سے کوئی سمجھ سکتا ہی کتاب رد علی الجہمیہ میں یہ امر خوب نظر آتا ہی۔

مرجیہ نے یہ بھی کہا ہی کہ ایمان کے لئے کسی طاقت کی ضرورت نہیں اور کوئی معصیت
ایمان کو مضر نہیں سو مؤلف رحمہ اللہ نے باب حلاوۃ الایمان اور باب علامۃ
الایمان حب الانصار منعقد فرما کر حدیث ثلث من کن فیہ وجد حلاوۃ الایمان الخ
اور حدیث آیۃ الایمان حب الانصار و آیۃ النفاق بغض الانصار ذکر کی جن سے
حسنات کی ایمان کے لئے حاجت اور سیئات کی مضرت صاف معلوم ہو گئی۔ اسکے بعد
باب بلا ترجمہ لایا اور حدیث بایعونی علی ان لا تشرکوا باللہ شیئا ولا تسرقوا ولا

تزنوا ولا تقتلوا اولادکم ولا تاتوا ببھتان تفترونہ بین ایدیکم وارجلکم ولا تعصوا فی معروف الخ کو اس میں ذکر کیا۔ اِس باب میں چند احتمال بلا تکلف موجود ہیں۔ باب سابق سے بھی مربوط ہی جس میں حب انصار کو علامت ایمان بتلایا ہی۔ کیونکہ اجتناب عن الشرک والکبائر بطریق اولیٰ اور بالبداہتہ علامت ایمان ہیں۔ نیز ابواب سابقہ اور لاحقہ کے مناسب ترجمہ جدید بھی لگا سکتے ہیں مثلاً الاجتناب من الکبائر من الایمان یا البیعۃ علیٰ ترک الکبائر من الایمان یا من الدین الفرار من الکبائر اوران دونوں صورتوں میں مثل ابواب سابقہ اور لاحقہ مرجیئہ کے ابطال کی طرف بھی اشارہ ہوگا بالجملہ اصول میں جو ترک ترجمہ کی دو صورتیں معروض ہوئیں یہاں دونوں موجود ہیں۔ اور اولیٰ یہ ہی کہ مؤلف رحمہ اللہ نے متعدد تراجم میں مختلف اعمال کا من الایمان اور من الاسلام وغیرہ ہونا ثابت کیا ہی جس سے گو مرجیئہ کا مذہب تو برباد ہوگیا مگر خوارج اور معتزلہ کی تقویت کا مظنہ ضرور خلجان میں ڈالتا ہی اسلئے باب بلا ترجمہ ذکر فرماکر ایسی حدیث بیان کردی جس سے خلجان مذکور ہباءً منثورا ہوگیا۔ مؤلف نے حدیث ایسی ذکر فرمائی جس سے مرجیئہ اور خوارج و معتزلہ سب کا ابطال بلا تکلف ظاہر ہی اسلئے سب احتمالات چسپاں نظر آتے ہیں اور یہی دلنشین ہوتا ہی کہ مؤلف رحمہ اللہ کو تکثیر فوائد بھی ترک ترجمہ پر باعث ہوئی ہی واللہ اعلم۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم انا اعلمکم باللہ۔ وان المعرفۃ فعل القلب لقول اللہ تعالیٰ ولکن یؤاخذکم بما کسبت قلوبکم۔

ترجمہ اور حدیث باب میں تو مطابقت بدیہی ہی قابل غور صرف یہ امر ہی کہ ترجمہ کو کتاب الایمان سے کیا تعلق ہی اور مؤلف رحمہ اللہ کا مقصود اس ترجمہ سے کیا ہی سو اسکے متعلق محققین شراح نے اپنی اپنی رائے اور مذاق کے موافق مختلف تقریریں ارشاد فرمائی ہیں۔

ہمارے خیال میں سب کو دیکھکر یہ امر راجح نظر آتا ہے کہ ترجمہ سے فعل قلب میں کمی زیادتی ثابت کرکر ایمان قلبی یعنی تصدیق میں تفاضل اور قوت وضعف کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے۔ چنانچہ وان المعرفۃ فعل القلب الخ فرماکر اس مطلب کو ظاہر کردیا۔

باب اوّل میں ایمان کامل میں زیادت ونقصان ثابت کیا تھا اب نفس وحقیقت ایمان میں تفاوت ثابت کردیا اور غالبا متوہمین کی توہمات کے اندیشہ سے اور نیز اسوجہ سے کہ سلف صالحین نے ظاہر نصوص کی متابعت کی ہے مباحث کلامیہ متاخرین کے پیچھے نہیں پڑے تصریح کو اختیار نہیں کیا۔ اور احتیاطاً اشارہ پر کفایت کی کما ھو دأبہ فی امثال ھذا۔ واللہ اعلم۔

باب من کرہ ان یعود فی الکفر کما یکرہ ان یلقی فی النار من الایمان۔

اس باب میں اور باب من الدین الفرار من الفتن میں اسکی طرف بھی اشارہ کرنا مدنظر معلوم ہوتا ہے کہ جیسا اللہ اور رسول اور حسنات کی محبت ایمان میں داخل ہے کما مر ایسا ہی کفر اور معاصی کی کراہت ونفرت بھی ایمان میں شمار ہوتی ہے واللہ اعلم۔

باب تفاضل اھل الایمان فی الاعمال۔ اس باب سے مطلوب یہ ہے کہ اہل ایمان میں بوجہ تفاوت فی الاعمال باہم تفاضل مسلم ہے جیسا کہ ہر دو حدیث مذکورہ فی الباب سے معلوم ہوتا ہے جس سے اعمال خیر کا مطلوب ومقصود ہونا خوب ظاہر ہوگیا اور مر کا بطلان بھی سمجھ میں آگیا۔

باب فان تابوا واقاموا الصلٰوۃ وآتوا الزکوۃ فخلوا سبیلھم۔ اس آیت سے اور حدیث ابن عمر سے جو اس باب میں مذکور ہے اقامت صلوۃ اور ایتاء زکوۃ کی فرضیت اور ایمان کے لئے اعمال کی ضرورت ثابت ہوگئی۔ اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ حفظ دم

اور عصمت مال بدون اقامت صلوٰۃ ادا زکوٰۃ میسّر نہیں ہوگا۔

باب من قال ان الایمان ھو العمل لقول اللہ تعالیٰ وتلك الجنۃ التی اورثتموھا بما کنتم تعملون۔ وقال عدۃ من اھل العلم فی قولہ تعالیٰ فو ربك لنسألنھم اجمعین عما کانوا یعملون عن قول لا الٰہ الا اللہ وقال لمثل ھٰذا فلیعمل العاملون۔

شروع کتاب الایمان میں مؤلف نے یہ ثابت کیا تھا کہ اعمال جزو ایمان ہیں اور ایمان شرعی میں داخل ہیں اب ایمان کا عمل ہونا بیان کرتا ہے جس سے اعمال کا ایمان ہونا اور ایمان کا عمل ہونا معلوم ہوگیا اور فیما بین ایمان و اعمال جانبین سے تعلق اور ارتباط قوی محقق ہوگیا۔ اور اطلاق کلواحد منہما علی الآخر کی صحت میں بھی کوئی خلجان نہ رہا۔

اِس سے اوّل تو مزعوم مرجیہ کا خوب بطلان ہوگیا دوسرے چونکہ آیات متعددہ میں عمل کا عطف ایمان پر موجود ہے جس سے فیما بین ایمان و عمل مغایرت ظاہر ہوتی ہے تو ممکن ہے کہ اُن آیات سے عدم اطلاق عمل علی الایمان پر کوئی حجت پیش کرے جو نصوص کتاب اللہ اور استعمالات سلف کے مخالف ہے کما صرح بہ العلامۃ السندھی رحمہ اللہ ایضا اسلیئے اِس باب میں ثابت کردیا کہ عمل کا اطلاق ایمان پر شرعًا مسلم ہے اور عمل ایمان کو بھی شامل ہے۔ تو اب کتاب اللہ میں جو عمل کا عطف ایمان پر کیا ہے اُسکو عطف عام علی الخاص لمزید الاہتمام بالخاص سمجھنا چاہیئے کما صرح العلامۃ السندھی یا عمل سے خاص اعمال جوارح مراد لیئے جاویں جو مشہور اور ظاہر ہیں۔

استدلال میں جو آیۃ وتلك الجنۃ التی اورثتموھا بما کنتم تعملون۔ کو ذکر کیا ہے تقریر استدلال میں اختلاف ہے بعض حضرات فرماتے ہیں کہ بما کنتم تعملون کے معنی بما کنتم تومنون ہیں مگر علامہ سندھی اِسکو بعید فرما کر یہ کہتے ہیں کہ اسباب دخول جنت میں چونکہ ایمان سبب اعظم ہے

تو بما کنتم تعملون میں اُس کا داخل ہونا ضروری ہے جس سے ایمان کا عمل ہونا معلوم ہوتا [illegible]
ایسے ہی فرماتے ہیں کہ عدۃ اہل علم کے ارشاد کا یہ مطلب ہے کہ قول لا الٰہ الا اللہ بھی عمل [illegible]
یہ مطلب نہیں کہ عمل اسی قول میں منحصر ہے اور غرض یہ ہو کہ حتی عن قول لا الٰہ الا اللہ [illegible]
اخیر میں وغیرہ من الاعمال کی قید لگا لو۔ اسی طرح پر لمثل ہذا فلیعمل [illegible]
میں بعض شراح عمل سے ایمان مراد لیکر استدلال فرماتے ہیں [illegible]
مقام ایمان کو عمل میں داخل مانتے ہیں اور فرماتے ہیں چونکہ ایمان [illegible]
اسلئے ضروری ہے کہ عمل ایمانکو بھی شامل ہو۔

اسکے بعد جو حدیث ابوہریرہ بیان کی اُس میں اطلاق عمل علی الایمان [illegible]
ان سب امور سے یہ بات بھی ظاہر ہو گئی کہ ایمان محض عمل [illegible]
قلبی ہو یا عمل جوارح۔ واللہ اعلم۔

باب اذا لم یکن الاسلام علی الحقیقة وکان علی الاستسلام [illegible]

من القتل لقوله تعالیٰ قالت الاعراب آمنا قل لم تؤمنوا ولکن قولوا [illegible]
فاذا کان علی الحقیقة فهو علی قوله جل ذکره ان الدین عند اللہ الاسلام [illegible]
یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منه۔

ما بین العلماء اس بات میں اختلاف ہوا ہے کہ ایمان و اسلام میں باہم کیا تعلق [illegible]
نسبت ہے بعض ترادف اور اتحاد کو پسند کرتے ہیں اکثر نے مساوات کو ترجیح دی ہے بعض
حضرات عام اور خاص فرماتے ہیں آیات قرآنی اور احادیث بھی مختلف الظاہر [illegible]
انکو محدثین اور متکلمین نے نقل فرمایا ہے اور موقع استدلال میں پیش کیا ہے اسلئے مؤلف رحمہ اللہ نے

اسلام کے دو معنی نقل فرمائے ایک استسلام و انقیاد ظاہری جو بطمع مال غنیمت یا بخوف قتل و اسر ظاہر کیا جاوے جسکو مجاز شرعی بھی کہتے ہیں دوسری حقیقۃ شرعی یعنی تمام امور دینیہ کا مجموعہ جس سے اختلاف نصوص بھی مندفع ہوگیا اور خلاف اہل علم بھی نزاع لفظی ہوگیا۔ نیز آیات و حدیث مثل قالت الاعراب آمنا قل لم تومنوا ولکن قولوا اسلمنا سے اور ارشاد او مسلما سے جو سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی روایت میں مذکور ہی ایمان اور اسلام میں مغایرت ظاہر ہوتی ہی جو صریح ابواب سابقہ کے مدعی سے مخالف ہے کیونکہ مغایرت اسلام سے مغایرت اعمال بھی لازم آتی ہی مؤلف کے اس باب سے اس شبہ کا بھی ازالہ بخوبی ہوگیا۔

باب کفران العشیر و کفر دون کفر

ترجمہ کو کتاب الایمان سے مناسبت نہیں معلوم ہوتی مؤلف رحمہ اللہ نے اسکے ساتھ کفر دون کفر فرماکر ترجمہ سے غرض اور کتاب الایمان سے ترجمہ کی مناسبت دونوں کی طرف اشارہ کردیا۔

مؤلف رحمہ اللہ کو مناسب مقام دو باتیں پیش نظر معلوم ہوتی ہیں ایک یہ کہ کفر میں تشکیک ثابت کرکے اسکی ضد یعنی ایمان میں تشکیک بتلانا منظور ہی لان التشکیک فی الشئ تشکیک فی ضدہ کا۔

دوسرے یہ کہ معاصی کفر کے ماتحت اور کفر میں داخل ہیں جیسے اعمال صالحہ ایمان میں داخل ہیں چنانچہ آیندہ باب میں اسکو کسیقدر تصریح سے بیان کریگا۔

کفر میں تشکیک اور معاصی کے کفر میں داخل ہونے سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ بعض اعمال

کے ترک پر جو نصوص میں کفر کا اطلاق موجود ہے جیسے ترک صلوٰۃ اور ترک [illegible]
ہے اس میں تاویل کر کے اسکو مجازی بنانا تکلف ہے کیونکہ کلی مشکک کا اطلاق [illegible]
پر قوی ہوں یا ضعیف اطلاق حقیقی ہوتا ہے نہ مجازی [illegible] جب [illegible]
تشکیک سا ب ایمان میں واجب التسلیم ہے جس سے روایات کثیرہ [illegible]
فالحمد للہ۔

باب المعاصی من امر الجاہلیۃ ولا یکفر صاحبہا بارتکابہا الا بالشرک [illegible]

لقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم انک امرؤ فیک جاہلیۃ [illegible]
ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء

اس باب میں دو ترجمہ مذکور ہیں مقصود اصلی اول ترجمہ [illegible]
سمجھنے مطلب یہ ہے کہ جس طرح اعمال خیر امور ایمانیہ [illegible]
السابقہ اسی طرح معاصی امر جاہلیۃ یعنی امور شرکیہ [illegible]
سے اعمال خیر کی ضرورت اور حاجت محقق ہوئی تھی اب [illegible]
اور مضرت خوب ثابت ہوگئی جنکے ملنے [illegible] قول [illegible]
اندیشہ ہے کہ اس ترجمہ سے خوارج یا معتزلہ [illegible]
محقق نے اسکے بعد ولا یکفر صاحبہا بارتکابہا [illegible]
النبی الخ اول کے ساتھ متعلق ہے اور قول اللہ تعالیٰ [illegible]
حدیث ابوذر کو ذکر کیا جو بالبداہۃ ترجمہ اول سے [illegible]
جب یہ خیال کرتے ہیں کہ اس واقعہ سے حضرت ابوذر کے کمال ایمان [illegible]

کو بھی چون وچرا کرنے کی گنجایش نہیں تو پھر امر ثانی کی مطابقت بھی پوری معلوم ہوتی ہی۔ اور اس باب سے مرجیہ اور خوارج ومعتزلہ سب کا بطلان ہوگیا۔ باقی یہ امر مکرر عرض کر چکا ہوں کہ مؤلف رحمہ اللہ جیسا بغرض تمرین وتشحیذ بعض مواقع میں تصریح نہیں کرتا۔ ایسا ہی جہاں کسی وجہ سے تصریح کو خلاف مصلحت اور مخالف احتیاط سمجھتا ہی وہاں بھی اشاروں سے کام لیتا ہی۔

باب وان طائفتان من المومنین اقتتلوا فاصلحوا بینھما فسمّاھم المومنین۔

جملہ فسمّاھم المومنین سے ظاہر ہوگیا کہ مؤلف رحمہ اللہ کو اس باب سے بھی پہلی ہی بات کو ثابت کرنا منظور ہی یعنی باب سابق میں جو خوارج ومعتزلہ کی تردید کی غرض سے جملہ ولا یکفر صاحبھا بارتکابھا الا بالشرک زائد کیا تھا اُسی کو اس باب میں دیگر نصوص سے ثابت کرتا ہی چنانچہ آیت جسکو ترجمہ بنایا ہی اُس میں باہم مقاتلہ کرنے والونکو مومن فرمایا ہی حالانکہ یہ مقاتلہ معصیت کبیرہ ہی ایسا ہی روایت ابوبکرہ اذا التقی المسلمان بسیفیھما الخ جو اس باب میں لایا ہی اُس میں قاتل ومقتول کا فی النار ہونا بھی بصاف مذکور ہی اور اس پر اُنکو مسلم بھی فرمایا گیا۔ ان سب سے معتزلہ اور خوارج کی تردید ظاہر ہی۔

باب ظلم دون ظلم

اس باب میں حدیث ابن مسعود جس میں ایّنا لم یظلم نفسہ فانزل اللہ انّ الشرک لظلم عظیم۔ مذکور ہی بیان کی ہی جس سے ظاہر ہوتا ہی کہ ظلم عظیم تو شرک ہے

باقی جملہ معاصی بادون ہیں داخل ہیں تو پہلے دو بابوں ہیں جو مؤلف رحمہ اللہ نے
کفر دون کفر اور المعاصی من امر الجاهلیة فرمایا تھا انکی تائید اور تحقیق کسیقدر
وضاحت سے معلوم ہوگئی اور ظاہر ہوگیا کہ معاصی شرک اور کفر میں داخل ہیں مگر ارشاد
مؤلف لا یکفر صاحبها بارتکابها الا بالشرك کو مضبوطی سے پکڑے رہو ورنہ نیکی
برباد گناہ لازم کا محل یہ عاجز ہی نہو گا مؤلف رحمہ اللہ کو بھی اے روشنی طبع تو برمن بلا شدی
کا مصداق بننا پڑیگا۔ انہیں خطرات سے مؤلف رحمہ اللہ نے صاف نہیں فرمایا بلکہ
عنوان بدل بدل کر متعدد ابواب میں اشارات سے اپنا مدعی ظاہر کیا ہو واللہ تعالیٰ اعلم

باب علامات المنافق

کفر و معاصی و شرک کے بعد نفاق کو بیان کرتا ہو۔ ترجمہ سے معلوم ہوتا ہو کہ علامات نفاق
متعدد ہیں جنکو بیان کرنا منظور ہو۔ اسکے بعد اول حدیث میں تین اور دوسری میں چار
علامتیں صریح مذکور ہیں اس سے معلوم ہوتا ہو کہ مثل کفر نفاق میں بھی فرق مراتب اور
کمی زیادتی ضرور ہو اور حدیث ثانی میں جو اربع من کن فیه کان منافقا خالصا
ومن کانت فیه خصلة منهن کانت فیه خصلة من النفاق حتی یدعها
مذکور ہو اسکو دیکھکر تو نفاق میں کمی زیادتی اظہر من الشمس نظر آتی ہو۔ تو اب علاوہ مطلب ظاہر
کے دو باتیں خیال میں آتی ہیں ایک یہ کہ اس باب میں ابواب سابقہ ظلم دون ظلم وغیرہ کی
تائید کی طرف بھی اشارہ ہو دوسرے یہ بتلانا مقصود ہو کہ جیسے معاصی امور کفریہ ہیں۔
ایسے ہی جن افعال کو علامت نفاق فرمایا ہو وہ افعال نفاق میں داخل ہیں اور جس طرح
کفران عشیر پر کفر کا اطلاق صحیح ہو اسی طرح کذب و خیانت وغیرہ کو نفاق کہنا درست ہو۔

حضرات علماء جو ان روایات کی تاویلات مختلف فرما رہے ہیں کہ بعض تو نفاق کی دو قسمیں ایک نفاق فی العقیدہ دوسرے نفاق فی العمل بنا کر ان احادیث کو نفاق فی العمل پر محمول فرماتے ہیں اور بعض علماء مجموعہ علامات ثلثہ کو جو کہ اول حدیث میں ہیں اور مجموعہ علامات اربعہ کو جو حدیث ثانی میں مذکور ہیں ایک ایک علامت قرار دیکر معنی بنانے چاہتے ہیں اب کسی کی حاجت نہی فعلیک بالتامل الصادق واللہ اعلم۔

باب تطوع قیام رمضان من الایمان

علماء محدثین وغیرہ حضرات نے جو اعمال کو ایمان میں داخل رکھا ہی اُن میں دو جماعتیں ہیں ایک جماعت کا قول ہی کہ فرائض ایمان میں داخل ہیں یا دوسری جماعت فرائض و نوافل جملہ اعمال کو داخل فرماتے ہیں غالبًا اسلئے مؤلف رحمہ اللہ نے اس ترجمہ میں لفظ تطوع زائد فرما کر قول ثانی کی رجحان کی طرف اشارہ فرما دیا۔ واللہ اعلم۔

باب الدین یسر وقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم احب الدین الی اللہ الحنیفیۃ السمحۃ

ترجمۃ للباب اور حدیث کا مطلب اور باہم توافق بالکل ظاہر ہی مگر ظاہر مطلب کے ساتھ اعمال کے داخل فی الایمان ہونیکی طرف بھی اشارہ ضرور معلوم ہوتا ہی جیسا کہ ابواب سابقہ و لاحقہ سے بھی سمجھا جاتا ہی نیز معتزلہ اور خوارج کے تشددات کی طرف بھی تعریض ہی۔ واللہ اعلم۔

باب الصلوۃ من الایمان وقول اللہ تعالیٰ وما کان اللہ لیضیع ایمانکم یعنی صلوتکم عند البیت

اس میں اتنی بات قابل ذکر ہی کہ عند البیت کی قید میں چونکہ خلجان ہی اسلئے
بعض شراح اسکو تصحیف پر حمل فرماتے ہیں اور بعض اہل تحقیق اسکی تاویل کرتے ہیں
جو تکلف سے خالی نہیں ہماری رای میں بہتر یہ ہی کہ کوئی تاویل نکیجاوے اور حسب ظاہر
ظرف کو صلوۃ ہی کے متعلق رکھا جاوے یعنی صلوتکم الی البیت المقدس عند البیت
اگر الی البیت کہتے تو تاویل کی ضرورت ہوتی یا بجبورا تصحیف مانی جاتی عند البیت کہنا
اس کا قرینہ ہی کہ یہ نمازیں الی البیت نہیں اور جب الی البیت نہونگی تو بالضرور الی بیت المقدس ہونگی
جسمیں خلجان کی گنجایش نہیں البتہ اتنا اد کہنا ہوگا کہ قبل ہجرت عند البیت الی بیت المقدس
جو نمازیں ہوئیں وہ چونکہ بہت ہیں اور ہر عند البیت یعنی مسجد حرام افضل اور مقدس مقام
ہی اُنکا ضائع ہونا بہت مستبعد ہی اسلئے اُن نمازوں کی تصریح مناسب اور مفید ہوئی بخلاف
اُن نمازوں کے جو بعد ہجرت بیت المقدس کی طرف پڑھی گئیں کہ نہ وہ اس کثرت سے ہیں
اور نہ مسجد حرام میں پڑھی گئیں نیز شان نزول سے بھی زیادہ موافق اور مربوط ہی فتأمل
ولا تعجل۔ واللہ اعلم۔

باب زیادۃ الایمان ونقصانہ وقول اللہ الخ

مؤلف رحمہ اللہ کتاب الایمان میں ترجمہ اولی میں یزید وینقص بیان کر چکا ہی
اُسکے بعد متعدد تراجم میں ایمان کے لئے تفاوت مراتب مختلف عنوانات سے بتلا چکا
ہی جنکے متعلق اُن مواقع میں ہم بھی عرض کر چکے ہیں اب اس باب میں پھر زیادت ونقصان
فی الایمان کو ترجمہ بنایا ہی جسکا مطلب وہی ہی جو ترجمہ اولی کا تھا عنوان بھی متغیر نہیں کیا
جس سے ترجمہ کی تکرار کا خلجان ہوتا ہی اسلئے عرض ہی کہ ابواب سابقہ میں یہ تو معروض

ہو چکا ہو کہ باب قال ہب مؤلف نے ایمان کامل یعنی مجموعہ تصدیق و اعمال میں زیادت و
نقصان ثابت کیا تو اب اس باب میں تامل کرنے سے معلوم ہوتا ہو کہ شرائع اور احکام
یعنی مومن بہ کی زیادتی او کمی سے ایمان میں زیادتی اور کمی ثابت کرتا ہو آیات و احادیث
مذکورہ فی الباب میں غور کرنے سے ہماری غرض کی انشاء اللہ تصدیق ہو سکتی ہو الحاصل
نفس ایمان اعمال - دونوں کا مجموعہ مومن بہ - ان جملہ وجوہ سے ایمان میں تفاوت اور
زیادتی کمی کو مؤلف رحمہ اللہ نے ابواب مختلفہ میں نصوص صحیحہ سے ثابت کر دیا اور احتیاط
اور اتباع سلف کو ملحوظ رکھکر واللہ تعالیٰ اعلم۔

باب خوف المومن من ان یحبط عمله وهو لا یشعر۔

وقال ابراهيم التيمي ما عرضت قولي على عملي الا خشيت ان اكون
مكذبا وقال ابن ابي مليكة ادركت ثلاثين من اصحاب النبي صلى الله عليه
وسلم كلهم يخاف النفاق على نفسه ما منهم احد يقول انه على ايمان
جبريل وميكائيل ويذكر عن الحسن انه قال ما خافه الا مومن ولا امنه
الا منافق۔ وما يحذر من الاصرار على التقاتل والعصيان من غير توبة
لقول الله تعالى ولم يصروا على ما فعلوا وهم يعلمون۔

اس باب میں دو ترجمہ ہیں اوّل ترجمہ کے اثبات کیلئے ابراہیم تیمی وغیرہ تابعین کے
اقوال مذکور ہیں اور دوسرے ترجمہ کے ساتھ آیت قرآنی کو لایا اُسکے بعد دو روایتیں ذکر کیں
جنکا صریح تعلق ترجمہ ثانی سے معلوم ہوتا ہو۔

غالبًا ترجمہ اوّل سے یہ غرض ہو کہ مومن کو نفاق سے خائف رہنا چاہئے اور ترجمہ

ثانی سے مقصود صریح تخویف عن المعاصی ہی الحاصل ضروریات اور تکملات ایمان سے فارغ ہو کر مفسدات و مضرات ایمانی کو بتلانا منظور ہی جو دو چیزیں ہیں اوّل نفاق دوسرے معاصی مع الاصرار و بلا توبہ اور اصرار بغیر توبہ چونکہ روایات باب میں مذکور نہیں تھا تو اُسکے اثبات کیلئے ترجمہ کے ساتھ آیت کو بیان کر دیا۔ اور مرجئہ کا ابطال بھی ہو گیا چنانچہ روایت اولیٰ میں صریح مذکور ہی۔ باقی ابن ابی ملیکہ کا یہ ارشاد ما منھم احد یقول انّہ علی ایمان جبریل و میکائیل۔ اِس کا مطلب یہی ہی کہ سلف سے ایسے کلمات منقول نہیں اور مغلطہ کا بھی اندیشہ ہی ان سے احتراز مناسب ہے چنانچہ امام ابو حنیفہ نے جب بذیل تحقیق مسئلہ ایمان ایمانی کایمان جبرئیل فرمایا تو اُسکے بعد لا اقول ایمانی مثل ایمان جبریل بڑھا کر مغلطہ کا انسداد کر دیا امام محمدؒ نے لوگوں کی حالت دیکھی اُنہوں نے فرمایا لا اقول ایمانی کایمان جبرئیل بل اقول آمنت بما آمن بہ جبرئیل اور احتیاط میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑا جو اس پر بھی نہ سمجھے اُس سے خدا سمجھے آدمی کے بس سے یہ باہر ہی دیکھیے خود امام بخاری جیسے مقدس محتاط کو مسئلہ خلق قرآن میں باوجود احتیاط کامل کیا کیا پیش آیا قرآن مجید کی منقبت میں جو یضل بہ کثیرا و یھدی بہ کثیرا فرمایا ہے اِس منقبت میں سے اکابر کو بھی حساد کی بدولت حصّہ ملتا رہا ہی۔

باب سؤال جبریل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الایمان والاسلام و الاحسان وعلم الساعۃ وبیان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لہ ثم قال جاء جبریل علیہ السلام یعلمکم دینکم فجعل ذلک کلہ دینا وما بین النبی صلی اللہ علیہ وسلم لوفد عبد القیس من الایمان وقولہ تعالیٰ ومن یبتغ غیر الاسلام

دینا فلن یقبل منہ۔

مؤلف رحمہ اللہ نے ترجمہ میں تین باتیں ذکر فرمائیں اول سوال جبریل جو انہوں نے چار سوال ما الایمان اور ما الاسلام اور ما الاحسان او متی الساعۃ آپ سے کئے تھے اور آپ نے چاروں کے جواب بیان فرمائے تھے۔ دوسرے وفد عبد القیس کو جو آپ نے امر بالایمان فرمایا تھا اور ایمان کی تشریح بیان فرمائی تھی۔ تیسرے قول سبحانہ وتعالیٰ ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ۔ امر اول سے جو مؤلف کو مقصود ہے فجعل ذالک کلہ دینا کہکر اسکو ظاہر کردیا یعنی اصول وفروع عقائد و اعمال ایمان و اسلام اخلاص و اخلاق سب دین میں داخل ہیں اور تینوں ترجموں میں یہی اول ترجمہ مؤلف کو مقصود ہے صرف اسی کے لئے حدیث مسند بھی ذکر کی ہے اور مؤلف نے جو امور ابواب سابقہ متفرقہ میں بیان کئے تھے وہ اس ایک باب میں جمع ہو گئے۔ اور اس حدیث میں ایمان سے تصدیق قلبی مراد ہے اور ان تعبد اللہ سے مراد توحید باللسان ہے جسمیں کلمہ شہادت بھی داخل ہے کما صرح العلامۃ السندھی۔ حدیث عبد القیس میں انہیں امور کو ایمان فرمایا اور آیۃ کریمہ میں اسلام کو دین فرمایا سو ان نصوص سے اسلام ایمان دین میں ایک کا اطلاق دوسرے پر صحیح ہوا اور سلف اطلاقات واردہ فی النصوص کا اتباع پسند کرتے تھے مباحث کلامیہ مستخرجہ متاخرین کی طرف راغب نہوتے تھے کما صرح بہ الشارحون اور مؤلف کے اس باب سے تمام ابواب سابقہ کی صحت معلوم ہو گئی جن میں اس قسم کی اطلاقات موجود ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

باب اسکے بعد مؤلف نے باب بلا ترجمہ ذکر کیا اور حدیث ہرقل جو بدء الوحی میں

مطول گزر چکی ہی اُسکا مختصر حصہ اُس ہیں بیان کیا سألتك هل يزيدون ام ينقصون
فزعمت انهم يزيدون وكذلك الايمان حتى يتم وسألتك هل يرتد احد منهم
سخطة لدينه بعد ان يدخل فيه فزعمت ان لا وكذلك الايمان حين تخالط
بشاشته القلوب لا يسخطه احد ۔ حضرت شارحین نے اِسکے متعلق مختلف
خیالات ظاہر فرمائے ہیں جو شروح میں موجود ہیں ہماری رائے میں مناسب اور مفید یہ ہے
کہ عنقریب مؤلف رحمہ اللہ باب خوف المؤمن الخ میں نفاق اور حبط سے سب کو ڈرا چکا
ہی حتٰے کہ اپنے ایمان پر اعتماد کرنے کو علامۃ نفاق نقل کر چکا ہی اب اُسکی مکافات میں یہ بتلانا
چاہتا ہی کہ جنکے قلوب میں ایمان ایک دفعہ راسخ ہو گیا اور شرح صدر ہو چکا اُنکو مامون العاقبت
سمجھنا چاہیے ۔ اُنکے ایمان میں خلل اور زوال نہیں آتا اور مرتد وہی ہوتا ہی جسکا ایمان تہ دل
میں دخل نہوا تھا شرح صدر کے بعد ارتداد سے بھی باذن اللہ محفوظ رہتا ہی مگر غالبًا بوجہ
احتیاط و اندیشہ غلط فہمی مصرح کہنا نہیں چاہتا ۔ اور یہ بھی بعید نہیں کہ بغرض تشحید و احتیاط
ایسا کیا ہو ۔ تو اب اگر یہاں ترجمہ جدید نکالا جاوے جیسا کہ اصول میں بذیل ابواب بلا تراجم
معروض ہو چکا ہی تو بہتر یہ ہی کہ آیت فمن يرد الله ان يهديه يشرح صدره للاسلام
یا ارشاد ومن يهدي الله فماله من مضل کو ترجمہ بنایا جاوے کہ مقام اور مؤلف کے طرز دونو
کے مناسب ہے ۔ اِسی کے ساتھ یہ بھی ہی کہ ہرقل کے کلام میں لفظ وكذلك الايمان دو جگہ
موجود ہی اوّل سے مراد دین اور دوسرے سے تصدیق قلبی مراد ہی تو مؤلف نے جو مدعی
اِس سے پہلے باب میں ثابت کیا تھا اُسی کے مؤید قول ہرقل بھی ہی تو اب اِس باب کو
پہلے باب کے متعلقات میں بھی شمار کر سکتے ہیں اسلئے ممکن ہی کہ مؤلف کے خیال میں

یہ بھی ہو اور تعدد فوائد بھی موجب ترک ترجمہ ہوا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

باب فضل من استبرأ لدینہ۔ پہلے اصرار علی المعاصی سے ڈرا چکا ہی اب اُسپر ترقی کرکر یہ بتلاتا ہی کہ دین کی حفاظت اور صفائی کے لئے امور مشتبہ سے بچنا بھی ضرور ہی۔ اور لطیف اشارہ اس طرف بھی معلوم ہوتا ہی کہ توبہ پر اعتماد کرکر معصیت کا مرتکب نہونا چاہیئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

باب اداء الخمس مِنَ الاِیمان

ایسے ابواب بکثرت اور مختلف مواقع میں مذکور ہو چکے ہیں بظاہر اس باب میں کوئی امر جدید نہیں معلوم ہوتا غایت مافی الباب لفظ ادا میں اس طرف اشارہ ہو کہ الصلوٰۃ من الایمان اور الزکوٰۃ من الاسلام وغیرہ ابواب جو گذر چکے اُن میں بھی اسی کے مثل مناسب مقام کوئی لفظ بڑھا لیا جاوے چنانچہ حدیث عبد القیس جو اس باب میں مذکور ہی اُسمیں اقام الصّلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ وصیام رمضان صریح موجود ہی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

باب ماجاء ان الاعمال بالنیۃ والحسبۃ ولکل امرئ مانوی فدخل فیہ الایمان والوضوء والصّلوٰۃ والزکوٰۃ والحج والصوم والاحکام الخ۔

مؤلف رحمہ اللہ ایمان اور اعمال اور اجتناب معاصی جملہ امور متعلقہ بالایمان سے فارغ ہوکر سب سے اخیر میں دو باب بیان کرتا ہی اوّل باب سے یہ غرض معلوم ہوتی ہی کہ جملہ اعمال خیر مذکورۂ سابقہ جنمیں ایمان بھی داخل ہی اُن کا مدار اور منشا نیت خالص لوجہ اللہ ہی ایسا ہی معاصی سے اجتناب اور ترک وہی مطلوب ہے جسکا باعث ابتغاء وجہ اللہ ہو بدون نیت صالحہ صادقہ کوئی عمل خیر مفید نہیں اور نہ وہ طاعت میں شمار ہو سکتا ہی اسلئے

اس کا اہتمام سب سے اہم امر ہے۔ واللہ اعلم۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم الدین النصیحۃ للہ ولرسولہ ولائمۃ المسلمین وعامتہم وقولہ تعالیٰ اذا نصحوا للہ ورسولہ۔

اس باب میں جریر بن عبداللہ سے دو روایتیں منقول ہیں ایک میں الدین النصیحۃ للہ ولرسولہ ولائمۃ المسلمین وعامتہم وارد ہے دوسری میں فقط والنصح لکل مسلم موجود ہے مگر روایت اوّل شروط مؤلف کے مطابق نہیں اسلئے مؤلف نے حسب عادت اوّل کو ترجمہ بنایا اور دوسری روایت کو مسنداً نقل کیا اور اُسمیں جو کمی تھی اُسکو آیت سے پورا کردیا اور اس محل میں مقصود اصلی مؤلف کو غالباً والنصح لکل مسلم کا بیان کرنا ہے جو دونوں روایتوں مذکورہ فی الباب میں مروی ہے مقصود یہ کہ مسلمانوں کے ساتھ نصح اور اخلاص کرنا اسلام اور دین میں داخل ہے اور ترک نُصح موجب خلل ونقصان ہے جس سے غش وخداع مع المسلم کی مضرت خوب ظاہر ہوگئی اسلئے جملہ امور ایمانیہ کے ساتھ اسکا بھی اہتمام ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ اور عباد مومنین سے معاملہ صحیح کرنا کمال ایمانی ہے۔ واللہ الموفق۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتاب العلم

باب فضل العلم وقول اللہ تعالیٰ یرفع اللہ الذین آمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات واللہ بما تعملون خبیر وقولہ عزوجل وقل رب زدنی علما

اِس باب میں حدیث مسند بیان نہیں کی دو آیتیں جو ترجمہ کے ساتھ مذکور ہیں اور اثبات ترجمہ کے لئے ہر ایک آیت کافی ہے اُن پر اکتفا کیا کما مر فی الاصول۔

علاوہ ازیں کتاب العلم میں جگہ جگہ احادیث مسندہ دالۃ علی فضل العلم کثرت سے موجود ہیں

باب من سئل علما وھو مشتغل فی حدیثہ فاتم الحدیث ثم اجاب السائل

مطلب یہ ہی کہ علی الفور جواب دینا ضرور نہیں بلکہ ضرورت لاحقہ سے فارغ ہو کر باطمینان جواب دیسکتا ہی۔

معہذا بعض روایات میں اہل مجلس کی بات کو قطع کرنے کی ممانعت آئی ہی کما فی البخاری عن ابن عباس۔ سو اس باب سے معلوم ہو گیا کہ وہ ممانعت وہیں ہی جہاں اہل مجلس کا حرج ہو اور ملال کا محتمل ہو اور حاجت کی وجہ سے کلام مختصر کی اجازت ہی۔

آپ کی تقریر یعنی سکوت سے یہ اجازت ثابت ہو گئی۔ واللہ اعلم۔

باب من رفع صوتہ بالعلم

جہر مفرط نہ آپکی شان کے مناسب ہے نہ علم دین کے مگر حدیث باب سے معلوم ہو گیا کہ بوقت ضرورت رفع صوت مباح بلکہ مستحسن ہے البتہ بسبب قلت مبالات یا بوجہ تجبر و تکبر مذموم ہی۔

باب طرح الامام المسئلۃ علی اصحابہ لیختبر ما عندھم من العلم

اس سے علم کی طرف اعتناء اور اُسکا اہتمام معلوم ہوتا ہی اور علم کی طرف ترغیب اور تحریص ظاہر ہوتی ہی اسکے سوا نھی عن الاغلوطات مروی ہی اُس سے ممانعت امتحان کی طرف وہم جا سکتا ہی اُسکا بھی دفعیہ ہو گیا۔

باب ماجاء فی العلم وقول اللہ تعالیٰ وقل رب زدنی علما۔

اگر اس باب کو قائم رکھا جاوے تو غالبًا اس باب سے احتیاج اور ضرورت الی العلم اور طلب علم کا اثبات منظور ہی کیونکہ فضل العلم تو گذر چکا ہی۔ واللہ تعالیٰ اعلم ؕ

باب ما یذکر فی المناولۃ وکتاب اهل العلم بالعلم الی البلدان الخ

قرأۃ وعرض کے بعد مناولہ اصطلاحی کا اثبات مقصود ہی چونکہ اُسکے اثبات میں احادیث سے تنگی نظر آتی تھی اسلئے مؤلف نے اُسمیں وسعت اور سہولت ظاہر کرنیکی غرض سے اُسکے مناسب اور مشابہ دوسرا ترجمہ وکتاب اهل العلم بالعلم الی البلدان منعقد کرکے مستند حدیثیں ذکر فرمائیں جو ترجمہ ثانی پر صریح دال ہیں مگر مقصود اصلی ان سب سے ترجمہ اولی کا اثبات ہی اور متعدد مواقع میں مؤلف نے ایسا کیا ہی کما ذکرنا فی الاصول۔ ترجمہ ثانی میں کتاب بخاری اور امثالہ کا شمول بھی ممکن ہی۔

باب من قعد حیث ینتھی بہ المجلس ومن رای فرجۃ فی الحلقۃ فجلس فیھا۔

اس باب میں حلقہ علم میں بیٹھنے کی صورتیں بیان کرنا منظور ہی خلاصہ یہی ہی کہ حلقہ میں بیٹھنا افضل ہی اور حلقہ سے خارج بیٹھنا اُسکے بعد ہی۔

حدیث میں جو مذکور ہی واما الآخر فاستحیا شراح رحمہم اللہ نے اُسکو دو معنی تحریر فرمائے ہیں ایک یہ کہ اُسکا ارادہ شرکت مجلس کا نہ تھا بوجہ حیا شریک ہو گیا بعض روایات بھی اس کی مؤید ہیں۔ دوسرے یہ کہ اہل مجلس سے حیا کرکے اُنکی مزاحمت نکی اور پیچھے بیٹھ گیا۔ سو معلوم ہو گیا کہ صورت اولی ان دونوں صورتوں سے افضل اور مستحسن ہی۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم رب مبلغ اوعی من سامع

اوعی کے معنی احفظ اور افہم دونوں ہیں اسلئے تبلیغ علم میں دو فائدے ہیں ایسے ہی عدم تبلیغ میں دو نقصان ہونگے سو اس سے تبلیغ علم کی ضرورت اور منفعت اور عدم تبلیغ کی مضرت خوب محقق ہو گئی۔

باب العلم قبل القول والعمل - اس باب میں بذیل ترجمہ چند آیات اور احادیث اور اقوال صحابہ مذکور ہیں انہیں پر اکتفا کیا حدیث مسند نہیں لایا جنسے علم اور تعلیم و تبلیغ کی فضیلت اور تاکید ظاہر ہوتی ہے - وانما العلم بالتعلم یہ جملہ بیچ میں مؤلف نے بڑھا دیا کہ جیسے قول اور عمل کا مدار علم پر ہے ایسا ہی علم تعلم پر موقوف ہے اسلئے تحصیل علم میں جد و جہد ضروری ہے - اس میں بھی گفتگو ہے کہ ترجمہ میں قبلیت سے مراد تقدم زمانی ہے جیسا کہ ظاہر معلوم ہوتا ہے یا تقدم بالشرف والرتبہ مراد ہے جیسا کہ نصوص و اقوال مذکورہ فی الباب سے مترشح ہوتا ہے اچھا یہ ہے کہ قبلیت مذکورہ کو دونوں سے عام رکھا جاوے خلاصہ یہ ہے کہ تعلیم اور عمل دونوں سے تعلم اہم و اقدم ہے واللہ تعالیٰ اعلم -

اسکے بعد دو باب مذکور ہیں اول کا ترجمہ ما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتخولہم بالموعظۃ والعلم کیلا ینفروا - دوسرے باب کا ترجمہ من جعل لاھل العلم ایاما معلومۃ ذکر کیا ہے غرض دونوں سے ایک ہے اور دونوں میں روایت ابن مسعود کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتخولنا بالموعظۃ منقول ہے -

دونوں کے ملاحظہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صحابہ کے نشاط و ملال حوائج و فراغ کا لحاظ اور رعایت ملحوظ رکھکر تذکیر و تعلیم فرماتے تھے ایسے ہی عبد اللہ بن مسعود آپکے بعد یوم خمیس میں اپنے اصحاب کو تذکیر و توعیظ فرماتے تھے اور باوجود اصرار روزانہ تذکیر سے احتراز کرتے تھے کہ ایسا نہو سامعین ملول ہوکر کوتاہی کرنے لگیں بالجملہ ان بابوں سے بھی تعلیم و تذکیر کا اہتمام اور اہمیت و انتظام نکلتا ہے - احب الدین ما داوم علیہ صاحبہ

باب من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین -

باب - الفهم فی العلم -

یہ دونوں باب متصل مذکور ہیں اوّل کا ترجمہ فقہ فی الدین سمجھیئے دوسرے باب کا ترجمہ فہم فی العلم ہی دونوں کا مطلب قریب قریب ہے ترجمہ اولی سے جو کہ بعینہ حدیث کا جملہ ہی اور نیز حدیث مفصل سے جو باب میں مذکور ہی دو امر ظاہر ہوتے ہیں ایک یہ کہ فقہ فی الدین خیر عظیم ہی دوسرے فقہ فی الدین محض عطاے خداوندی ہی حتےکہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم بھی و انما انا قاسم فرماکر اپنا عذر ظاہر فرماتے ہیں جس سے فقہ فی الدین کی عظمت اور فضیلت ظاہر ہوتی ہی -

دوسرا ترجمہ الفہم فی العلم اُسکے لئے حدیث ابن عمران من الشجر شجرۃ الخ جو چند باب پہلے بھی مذکور ہو چکی ہے لایا ہی سو اس سے ظاہر یہی معلوم ہوتا ہی کہ فضل فہم کو بیان کرنا مقصود ہی اس پر بعض اہل تحقیق نے اعتراض کیا ہی کہ حدیث میں کوئی لفظ دال علے الفضل موجود نہیں مگر یہ اعتراض صحیح نہیں معلوم ہوتا کیونکہ مؤلف نے قریب بعید حدیث ابن عمر کو مختلف ابواب میں ذکر کیا ہی سو لفظ دال علی فضل فہم متعدد روایات میں موجود ہی عنقریب کتاب العلم کے اخیر میں یہ حدیث موجود ہی جسمیں حضرت عمر کا ارشاد لان تکون قلتہا احب الی من ان یکون لی کذا وکذا - دال علی الفضل مذکور ہی اور مؤلف رحمہ اللہ نے مختلف ابواب میں ایسا کیا ہی کہ لفظ دال علی الترجمہ حدیث میں موجود نہیں مگر دوسرے موقع میں اُسی حدیث میں چونکہ وہ لفظ موجود ہی تو یہ کافی سمجھا جاتا ہی کما مر فی الاصول - اسلئے الفہم فی العلم کے ظاہری معنی ترک کرکے معنی غیر ظاہر کی طرف توجہ کرنیکی حاجت نہیں معلوم ہوتی - اور اصغر القوم کے سمجھ لینے اور کبار پر مخفی

رہنے سے ارشاد واللہ یعطی کی تائید بھی معلوم ہوگئی جو اوّل باب میں گذرا واللہ تعالیٰ اعلم

باب - الاغتباط فی العلم والحکمۃ وقال عمر رضی اللہ عنہ

تفقھوا قبل ان تسوّدوا - وقد تعلّم اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی کبر سنّھم - ترجمہ سے تحریص اور تحریض علی العلم مقصود ہے اُسی کی تائید کی غرض سے حضرت عمر کا ارشاد بیان کیا جسکا مطلب یہ ہے کہ سیادت و ریاست اور بڑائی سے پہلے علم حاصل کرو کیونکہ کسی قسم کی سیادت اور بڑائی کے بعد آدمی کو اور ضروری مشاغل پیش آجاتے ہیں جنکی وجہ سے تحصیل علم کی فرصت و فراغت میں تنگی آجاتی ہے اور حیا و شرم بھی بسا اوقات مانع ہوجاتی ہے اور بڑے ہوکر کوئی نہ کوئی سیادت عادۃً سر پڑہی جاتی ہے کم سے کم اپنی اہل و اولاد ہی کی سہی اسکے بعد مؤلف رحمہ اللہ نے بنظر احتیاط وقد تعلم الخ اپنی طرف سے فرماکر مطلب کو ظاہر کردیا یعنی حضرت عمر کا مطلب یہ ہے کہ قبل السیادۃ علم حاصل کرنے میں سعی ضروری ہے یہ غرض نہیں کہ اگر کوئی قبل سیادت تحصیل علم سے محروم رہا تو وہ بعد سیادت تحصیل نکرے دیکھ لو خود حضرت عمر اور علی العموم حضرات صحابہ نے بڑے ہوکر علم حاصل کیا۔

باب ماذکر فی ذھاب موسیٰ فی البحر الی الخضر علیہما السّلام

وقولہ تعالیٰ ھل اتبعک علی ان تعلمن الآیۃ اس ترجمہ سے مؤلف کا مقصود کیا ہے اسکے متعلق مؤلف نے کچھ نہیں فرمایا قصّہ موسیٰ و خضر علیہما السلام کو ترجمہ بنادیا مگر ظاہر ہے کہ قصّہ مذکور کے بیان کرنے سے کتاب العلم کے متعلق کوئی امر ثابت کرنا ضرور مقصود ہے نفس قصّہ کو اس موقع میں مقصود نہیں کہہ سکتے سو ظاہر نظر ادھر جاتی

ہی کہ طلب علم کے لئے سفر کرنے کو ثابت کرتا ہی مگر دو باب کے بعد باب الخروج فی طلب العلم منعقد فرما کر پھر اسی حدیث کو ذکر کرتا ہی اب اسکے سوا کچھ نہیں کہہ سکتے کہ مؤلف کی غرض اس باب میں خروج فی البحر ہو اور آیندہ باب میں مطلق خروج ثابت کرنا مقصود ہو۔ مگر بہتر یہ ہی کہ باب موسیٰ علیہ السلام سے یہاں تعلم بعد السیادۃ مقصود ہو اور باب آیندہ میں خروج فی طلب العلم بالتصریح مقصود ہی تو اب کسی تکلف کی حاجت نہیں اور مواقع میں بھی ایسا کیا ہی کہ باب سابق کے متعلق کسی امر کی تحقیق و تکمیل دوسرے باب میں کی ہی چونکہ باب سابق میں قد تعلم اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی کبر سنہم مجملاً بذیل ترجمہ بیان کیا تھا اب اسکی تکمیل بالاستقلال فرما دی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سید سادات العالم ہو کر دیکھو تو تعلم علم کے لئے اپنے شوق سے کسقدر جد وجہد فرمائی اور علم بھی وہ جو علم ضروری سے زائد اور حضرت کلیم اللہ کے علم سے مفضول ان امور کو لحاظ کرکے ضرور خیال ادھر جاتا ہی کہ حضرت موسیٰ شاید بغرض تعلم تشریف نہ لیگئے ہونگے حضرت خضر کی ملاقات اور اُنکے علم کے مشاہدہ کے شوق میں تشریف لیلئے ہونگے چنانچہ حضرت سید المرسلین نے بھی وددنا ان موسیٰ کان صبر حتی یقص اللہ علینا من خبرھما۔ فرما کر اظہار شوق فرمایا ہی غالباً اسی خیال کے روکنے کی غرض سے مؤلف نے ترجمۃ الباب کے ساتھ قول جناب باری ھل اتبعک علی ان تعلمن کو ذکر کیا ہی واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ امر بھی قابل ذکر ہی کہ ذھاب موسیٰ فی البحر الی الخضر مشہور و منقول کے خلاف ہی حضرت موسیٰ خشکی میں سفر کرکر حضرت خضر سے ملے ہیں نہ بحر میں شراح محققین نے اسکی متعدد تاویلیں فرمائی ہیں مثلاً الی الخضر میں الی کو بمعنی مع فرمایا ہی یا بحر سے ناحیۃ البحر اور طرف

البحر مراد لیا ہو مگر سہل یہ ہو کہ الی اور بحر کو اپنے ظاہر پر چھوڑ کر یہ کہا جاوے کہ الی الخضر سے پہلے واو عطف کو ذکر نہیں کیا کہ اعتماداً الی فہم السامع واو عطف کو بسا اوقات ذکر نہیں کرتے۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابن عباس اللھم علمہ الکتاب

اس واقعہ سے علم اور حضرت ابن عباس دونوں کی عظمت وفضیلت بالبداہتہ ظاہر ہوتی ہو اسی لئے مؤلف نے اس روایت کو کتاب العلم اور مناقب ابن عباس دونوں جگہ میں ذکر کیا ہو اسی کیساتھ یہ بھی سمجھ میں آتا ہو کہ علم چونکہ حق سبحانہ تعالیٰ کا خاص انعام اور عطا ہو جیسا کہ باب من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین میں ابھی مذکور ہو چکا تو آدمی کیسا ہی ذہین و فہیم ہو اور تعلم علم میں کتنی ہی جد وجہد کرے ہرگز قابل اعتماد نہیں بلکہ توجہ اور التجاء الی اللہ سبحانہ ضرور ہو بدون اسکے ارادۂ خیر کی یہ نعمت میسر نہیں ہو سکتی یعنی ضروریات تعلم میں دعا و التجائے الی اللہ بھی ہو اسلئے فہم اور سعی کے ساتھ اسکی بھی اشد حاجت ہو۔

باب متی یصح سماع الصغیر

یہ امر ظاہر ہو کہ سماع سے تحمل مراد ہو مؤلف نے دو واقعہ جزئی بیان کئے ہیں کوئی امر دال علی تحدید مذکور نہیں مگر دونوں روایتوں کے ملانے سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ مقصود یہ ہو کہ صحت تحمل و سماع کے لئے کوئی حد معین نہیں بلکہ مطلق سن تمیز و تعقل سن صحت سماع ہو هکذا قال العلامۃ السندھی وغیرہ۔

باب فضل من علم وعلم

چند باب سابقہ تعلم کے متعلق بیان کر کر اب چند باب تعلیم کے متعلق بیان کرتا ہو ترجمہ کا مطلب مجموعہ امرین کی فضیلت ہو نہ ہر واحد کی یعنی علم ثم علم۔ یہ مطلب نہیں کہ فضل من علم و فضل من علم۔ جیسا کہ روایت باب سے ظاہر ہوتا ہو۔

باب رفع العلم وظهور الجهل - وقال ربیعة لاینبغی لاحد عندہ شیٔ من العلم ان یضیع نفسہٗ

مؤلف کی غرض یہ ہی کہ رفع علم اور ظہور جہل علامت قیامت ہی جیساکہ حدیثیں مذکورین فی الباب میں مصرح موجود ہی اور شرائط ساعت کا انسداد اور اُن سے احتراز ضروری ہی سو رفع علم اور ظہور جہل کے انسداد اور اُس سے احتراز کی یہی صورت ہی کہ تبلیغ و اشاعت علم میں سعی کی جاوے کیونکہ ظہور جہل کی یہی صورت ہوگی - کہ اہل علم ختم ہوجاویں اور جہال باقی رہجاویں کما ورد فی الحدیث اور اس کا تدارک بجز اشاعت علم اور کچھ نہیں - الحاصل مؤلف کی غرض ترجمہ سے تعلیم و تبلیغ ہی جسکو قول ربیعہ بیان کرکے واضح کردیا - اضاعت نفس سے مراد کتمان علم اور عدم تبلیغ ہی - واللہ تعالیٰ اعلم -

باب فضل العلم

- یہ ترجمہ بعینہ شروع کتاب العلم میں گذرچکا ہی اسلئے شارحین رحمہم اللہ نے فرمایا کہ فضل کے دو معنی ہیں فضیلت اور فاضل عن الحاجة اور اوّل میں اوّل معنی اور ثانی میں ثانی مراد ہیں جس سے خدشۂ تکرار بسہولت زائل ہوگیا مگر مقصود ترجمہ میں اور حدیث ثم اعطیت فضلی عمر بن الخطاب جو اس باب میں مذکور ہی اُسکی تطبیق میں علما کے کلمات مختلف ہیں ہمارے نزدیک راجح اور اقرب یہ ہی کہ ترجمہ سے مؤلف کی غرض یہ ہی کہ جو علم کسی کی حاجت اور ضرورت سے زائد ہو اُسکا کیا حکم ہی مثلاً کوئی مفلس و معذور وضعیف و مجبور ایسا ہی کہ اُسکو عبادات میں زکوٰة و حج و جہاد کے ادا کرنیکی نہ استطاعت نہ قدرت بلکہ آیندہ کو بھی بالکل مایوس

یا عادۃً مایوس ہی یا معاملات میں مزارعت و مساقات مضاربت و تجارت و رہن و اجارہ کی نہ حاجت نہ توقع نہ خیال تو ایسے شخص کو ان عبادات و معاملات کا تعلم کیسا ہی اور انکی تعلم کے لئے اپنے اوقات کو صرف کرنا اور اُنکے لئے سفر کرنا عبادت میں داخل ہی یا مالا یعینہ میں شمار ہوگا اور تعلم علم کی جو فضیلت و تاکید گذری یہ اس میں داخل ہی یا اس سے مستثنیٰ ہی۔ حدیث مذکورہ فی الباب سے جو اس علم زائد اور فاضل عن الحاجۃ کا حکم نکلا وہ یہ ہی کہ علم مطلقاً مفید اور مطلوب ہے غایۃ مافی الباب جو علم اس خاص شخص کے حق میں ضروری اور کار آمد نہیں وہ اوروں کو پہنچا دے تعلم علم سے فقط عمل ہی مقصود نہیں تبلیغ و تعلیم بھی ایک اہم مقصود ہی۔

خلاصہ یہ ہی کہ مؤلف کو اس باب سے تبلیغ و تعلیم کی اہمیت اور فضیلت بیان کرنی مقصود ہی جیسا کہ ابواب سابقہ اور لاحقہ سے بھی ظاہر ہوتا ہی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

باب الفتیا وھو واقف علی الدابۃ وغیرھا۔

قضا و تعلیم و افتاء وغیرہ امور متعلقہ بالعلم کا مقتضی چونکہ سکون و اطمینان و حسن ادب ہی اور حضرت امام مالک وغیرہ ائمہ دین سے بھی ایسا ہی منقول ہی تو غیر اطمینانی حالت مثل رکوب و قیام و سیر میں افتاء وغیرہ کی کراہیت کی طرف خیال جا سکتا ہی غالباً ترجمۃ الباب میں اُسکی مدافعت ملحوظ ہی۔

باب من اجاب الفتیا باشارۃ الید والرأس۔

احادیث سے ثابت ہی کہ جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم موقع تعلیم میں کسقدر مبالغہ اور تاکید اور تصریح سے کام لیتے تھے صحابہ رضوان اللہ علیہم کو لیتہ سکتہ کہنے کی

نوبت آجاتی تھی اشارہ سے جواب دینا اُسکے خلاف معلوم ہوتا ہی اسلئے مؤلف نے
اشارہ کی اباحت ظاہر کرکے بتلادیا کہ "ہرسخن وقتے وہر نکتہ مکانے دارد"

باب تحریض النبی صلی اللہ علیہ وسلم وفد عبد القیس علی ان یحفظوا الایمان والعلم ویخبروا بہ من وراءھم الخ

ظاہر ہی کہ اس ترجمہ سے بھی تبلیغ وتعلیم کی تاکید مقصود ہی اور تعلیم وتبلیغ بدون حفظ
ممکن نہین اسلئے حفظ کی بھی تاکید فرمادی اور معلوم ہوگیا کہ اہل علم کو چاہیئے کہ متعلم کو حفظ
وتبلیغ کی تاکید میں قصور نکریں۔ واللہ اعلم۔

باب الرحلۃ فی المسئلۃ النازلۃ وتعلیم اھلہٖ۔

مطلب یہ ہی کہ اگر کسی مسئلہ کی ضرورت پیش آگئی اور حکم معلوم نہیں تو ضرور ہی کہ
سفر کرکے عالم سے جاکر معلوم کرے اور اپنی اہل کو بھی تعلیم کرے یہ نہیں کہ سکوت کرکے
بیٹھ رہے اس سے بھی تعلم وتعلیم کی تاکید وضرورت ثابت ہوئی۔ واللہ تعالی اعلم۔

باب التناوب فی العلم

مقصد یہ ہی کہ بوجہ مشاغل ضروری اگر فرصت تحصیل علم نہو تو بطریق تناوب علم سیکھنا چاہیئے
اور عالم کی خدمت مین خود نرہ سکے تو کسی معتمد کے ذریعہ سے اُس سے علم حاصل کری واللہ تعالی اعلم

باب الغضب فی الموعظۃ والتعلیم اذا رأی ما یکرہ۔

احادیث مین منصوص ہی کہ موقع تعلیم وتوعیظ میں آپنے رفق وملایمت کو پسند فرمایا ہی اور
خشونت وشدت سے منع کیا ہی جس اعرابی نے مسجد مین پیشاب کردیا تھا اُسکی نسبت بھی آپنے
انما بعثتم میسرین ولم تبعثوا معسرین فرمایا ہی۔

اس ترجمہ سے مقصود یہ ہی کہ امر بالرفق کا مطلب یہ نہیں کہ اسکا خلاف کہیں جائز نہو بلکہ بعض مواقع میں غضب اور شدت مستحسن ہی۔ واللہ اعلم۔

باب من اعاد الحدیث ثلاثا لیفھم عنہ الخ

مطلب یہ ہی کہ جن مواقع میں اعادہ کی حاجت ہوتی اُن میں اعادہ فرماتے ورنہ بعض مواقع میں فقط اشارہ بھی ثابت ہی کما مر سابقا اس سے بھی تعلیم و تبلیغ میں اہتمام کی طرف اشارہ مفہوم ہوتا ہی معلم کو چاہیئے کہ مقامات مبہمہ کو مکرر سہ کرر اعادہ کرے کہ سامعین کے فہم میں قصور نرہے۔

اسکے بعد باب تعلیم الرجل امتہ واھلہ اور باب عظۃ الامام النساء و تعلیمھن یکے بعد دیگرے بیان کئے جنکے اندر کوئی اشکال و ابہام نہیں وہی غرض سابق یعنی ضرورت تعلیم اور تعمیم تعلیم مقصود ہی اسی لئے ترجمہ اولے میں اھلہ بڑھا دیا حالانکہ حدیث میں صرف امتہ مذکور ہی۔

باب الحرص علی الحدیث

یعنی حرص علی الحدیث کی فضیلت اور تحسین بیان کرنی منظور ہی اور حدیث سی حدیث رسول علیہ الصلوۃ والسلام مراد ہی ابواب سابقہ اور احادیث ماضیہ میں مطلق علم کا ذکر تھا اب حدیث کی تصریح اور تخصیص مقصود معلوم ہوتی ہی۔ واللہ تعالی اعلم۔

باب کیف یقبض العلم۔ وکتب عمر بن عبد العزیز الی ابی بکر ابن حزم

انظر ما کان من حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاکتبہ فانی خفت دروس العلم وذھاب العلماء ولا یقبل الا حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولیفشوا العلم

ولیجلسوا حتی یعلم من لا یعلم فان العلم لا یهلک حتی یکون سرا۔
مؤلف رحمہ اللہ قبض علم کی کیفیت دکھلانا چاہتا ہے سو حدیث میں صاف موجود ہے۔
لا یقبض انتزاعا ولکن یقبض بقبض العلماء جس سے بالبداہت معلوم ہو گیا کہ
عالم سے ذہاب علم کا منشا عدم اشاعت اور عدم تبلیغ ہو گی اگر سلسلہ تعلیم و اشاعت برابر
جاری رہے تو یہ نوبت کیسے آئے۔ کما مر فی باب رفع العلم۔
بالجملہ مؤلف کی غرض بلکہ حدیث کا منشا اشاعت علم کی تاکید اور تعمیم ہے عمر بن عبدالعزیز
کے ارشاد سے ترجمہ کی غرض صاف ظاہر ہو گئی اور ترجمہ سابق کی بھی تشریح ہو گئی اول
باب کی تکمیل دوسرے باب میں مؤلف کی عادت ہے کما مر۔ اور ارشاد مذکور سے یہ بھی ظاہر
ہو گیا کہ اشاعت علم کے لئے علماء کو علانیہ مجالس علمی قائم کرنا ضرور ہے اسمیں متعلمین کو سہولت
اور وسعت ترغیب و تحریص ہے تخصیصات اور تقلیدات کے ساتھ تعلیم کرنے میں بھی علم کی ہلاکت
ہے فالحذر الحذر۔

باب هل یجعل للنساء یوما علی حدة فی العلم

یعنی جو اشخاص مجالس عامہ علمیہ کی شرکت سے معذور ہوں جیسے نساء اُنکی تعلیم و تبلیغ
کا بھی لحاظ رکھنا چاہیئے اُنکی حالت کے مناسب خاص اوقات میں علمی باتیں اُنکو پہنچائی جاویں
تعمیم تعلیم چونکہ ضروری امر ہے عام خاص خواندہ ناخواندہ مرد عورت سبھی کو حصہ پہنچانا چاہیئے۔
واللہ اعلم۔

باب من سمع شیئا فراجع حتی یعرفه

ظاہر ہے کہ سمجھنے کی غرض سے جو مراجعت ہو اُسکی فضیلت بیان کرنی منظور ہے یا یہ

مطلب ہے کہ مراجعت میں عالم کی سوء ادبی اور متعلم کی تحقیر نہیں اسلئے نہ عالم کو ناگوار ہونا چاہیئے نہ متعلم کو حیا کرنا مناسب ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

باب لیبلغ العلم الشاھد الغائب الخ

اس میں تبلیغ علم کی صریح تاکید اور تعمیم ہی جو مجلس علم میں حاضر ہو اُسکو چاہیئے کہ جو احکام سُنے وہ غائبین کو سُناوے۔ اہل علم پر تبلیغ بالاستقلال لازم ہی جس میں سؤال سائل یا کسی حاجت و ضرورت کا بھی انتظار نہیں۔ اور قلیل یا کثیر جتنا معلوم ہو اُتنے ہی کی تبلیغ کا ذمہ دار ہی۔

باب اثم من کذب علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ابواب سابقہ سے تبلیغ و تعلیم و تعمیم و تکثیر معلوم ہوئی اور اسمیں خطرۂ کذب ضرور ہی بالارادہ ہو خواہ بلا ارادہ اسلئے یہ ترجمہ بیان کرکے متنبہ کردیا کہ تبلیغ و تعلیم میں نہایت احتیاط و اہتمام لازم ہی تخمین و مجازفت سے کام نہ لیا جاوے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

باب کتابۃ العلم۔ حفاظت علم اور بقاء علم اور اشاعت و تبلیغ علم کیلئے کتابت بھی ضروری اور سہل اور انفع ذریعہ ہی اسلئے باب کتابت العلم منعقد کرکے کتابت علم کا استحسان اور امور علمیہ کا بغرض بقا و حفاظت آپکے ارشاد سے لکھا جانا ثابت کردیا بلکہ اشارۃً علماء کو ترغیب الی الکتابت بھی مفہوم ہوتی ہی۔

باب العلم والعظۃ باللیل - ارشاد ابن مسعود یتخولنا بالموعظۃ فی الایام کراہت السآمۃ علینا اور حدیث یسروا ولا تعسروا اور ارشاد ابن عباس لا تمل الناس ھذا القرآن الخ سے ظاہر ہی کہ تذکیر و تعلیم میں نشاط سامعین کا لحاظ ضرور ہی اور رات چونکہ نوم

اور راحت کیلئے ہو اس سے رات میں تعلیم و تذکیر کی کراہیت کا خیال ہوتا ہو سو مؤلف نے
باب العلم والعظۃ منعقد فرما کر ایسی روایت بیان فرمائی کہ جس سے صاف معلوم ہو گیا کہ
عند الضرورت سوتوں کو جگا کر بھی تعلیم و تذکیر لازم ہو۔

باب السمر فی العلم۔ اسکا مطلب بھی یہی ہو کہ سمر بعد العشا کی روایات
میں ممانعت موجود ہو مگر حسب حاجت مناسب اوقات سمر فی العلم ثابت اور مسلم ہو اور ممانعت مذکورہ
سے خارج ہو۔
اس باب میں دو حدیثیں مذکور ہیں اول حدیث کی مطابقت ترجمہ سے ظاہر ہو مگر حدیث ثانی
عن ابن عباس قال بت فی بیت خالتی میمونۃ بنت الحارث الخ میں کوئی مناسبت معلوم
نہیں ہوتی شراح نے مختلف تاویلیں بیان فرمائیں مگر محقق حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے غور و تلاش کے
بعد کتاب التفسیر میں ایک روایت اسی کے متعلق نکالی جسمیں فتحدث مع اهله ساعۃ صریح
موجود ہو اب سب تاویلیں بیکار ہیں کما ذکرنا فی الاصول۔

باب حفظ العلم۔ یعنی تعلم کے بعد حفظ اور عدم نسیان میں بھی سعی لازم ہو
ظاہر ہو کہ بھلا دینے میں اوّل تو کفران نعمت ہو دوسرے تعلیم و تبلیغ و عمل جملہ امور ضروریہ
حفظ پر موقوف ہیں اور روایت اوّل سے معلوم ہو گیا کہ جسقدر علم میں اشتغال کریگا اسی قدر حفظ
میں قوت و مدد ہوگی۔ دوسری روایت سے ثابت ہوتا ہو کہ حافظہ کا قوی ہونا بھی مطلوب و مفید
ہو اور ہر چند یہ ایک خلقی امر ہو مگر اُسکے لئے مؤیدات و مضرات ضرور ہیں انکی رعایت مستحسن ہو
شعر شکوت الی وکیع سوء حفظی ۔۔۔ فاوصانی الی ترک المعاصی۔

باب الانصات للعلماء۔ حضرت ابن عباس کے ارشاد ولا الفینك

تاتی القوم وھم فی حدیث من حدیثہم فیقص علیھم فیقطع علیھم حدیثہم فتملہم وغیرہ الخ سے قطع حدیث کی ممانعت ظاہر ہوتی ہے اور انصات للعلماء اُسکے مخالف ہے اسلئے مؤلف نے ثابت کردیا کہ تعلیم و تبلیغ کی ضرورت سے اوقات خاصہ میں یہ استنصات مباح اور مستحسن ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

باب مایستحب للعالم اذا سئل ای الناس اعلم فیکل العلم الی اللہ۔

یعنی عالم سے جب ای الناس اعلم کا سوال کیا جاوے تو انا اعلم کہنا پسندیدہ نہیں اگرچہ اُسکا اُس وقت میں اعلم الناس ہونا محقق ہو بلکہ مستحب یہ ہے کہ اُسکے جواب میں اللہ اعلم کہے۔ چنانچہ حدیث باب سے یہ امر روشن ہے۔

اِس سے مؤلف کا مقصد یہی معلوم ہوتا ہے کہ علماء کو بالخصوص دربارۂ علم ہر حالت میں تواضع پیش نظر رہنی چاہیئے اور اپنے نقصان اور حق سبحانہ کے کمال کا دھیان رکھنا مناسب ہے نیز بڑائی اور عجب کے اسباب چونکہ علماء کو زیادہ میسر ہیں اسلئے بھی علماء کو اِس میں پوری احتیاط لائق ہے۔ واللہ اعلم۔

باب من سأل وھو قائم عالما جالسا۔ پہلے باب من برک

علی رکبتیہ عند الامام او المحدث گذرچکا ہے اُس سے معلوم ہوا تھا کہ محدث کے سامنے تواضع اور ادب اور اطمینان سے بیٹھنا مناسب ہے اب یہ بتلانا ہے کہ عند الحاجت قائماً بھی سوال کرسکتا ہے جلوس و برو ک امر ضروری نہیں۔

باب السؤال والفتیا عند رمی الجمار۔ ظاہر ہے کہ وہ وقت مناسک حج

کی مشغولی کا ہے سو معلوم ہوگیا کہ عند الضرورۃ ایسے مشاغل کی حالت میں بھی سؤال و جواب میں

کوئی حرج نہیں اسی کے ساتھ یہ بھی معلوم ہوگیا کہ سؤال وجواب قائماً میں بھی کوئی تنگی نہیں۔

باب قول اللہ تعالیٰ وما اوتیتم من العلم الا قلیلا۔

جب کہ علم قلیل ہے تو ہر واحد کے علم کی قلت وحقارت کو اس سے سمجھ لیجیے۔ حکما نے کہا ہے کہ کتنا ہی بڑا عالم ہو مگر بالبداہت اُسکا جہل علم سے ہمیشہ بڑھا ہوا ہوتا ہے یعنی آدمی کا علم متناہی اور جہل غیر متناہی ہے غرض یہی ہے کہ علماء کو اپنے علم کی قلت اور حقارت ملحوظ رکھنی چاہیئے اور خلاف تواضع سے احتراز لازم۔

باب من ترک بعض الاختیار مخافۃ ان یقصر فہم بعض الناس

عنہ فیقعوا فی اشد منہ۔ یعنی امر مختار کے اظہار میں اگر اس بات کا اندیشہ ہو کہ قاصر الفہم ایسی خرابی میں مبتلا ہو جاوینگے جو امر مختار کے ترک سے زیادہ مضر ہے تو علماء کو چاہیئے کہ اُس مختار کو ترک فرمادیں اور غیر مختار کو قائم رکھیں۔

غرض یہ ہے کہ علما کو عوام کی رعایت ضرور ہے اُنکی رعایت کی وجہ سے امر مختار کا ترک کر دینا عین صواب ہے۔

باب من خص بالعلم قوما دون قوم کراھیۃ ان لا یفھموا

وقال علی حدثوا الناس بما یعرفون اتحبون ان یکذب اللہ ورسولہ۔

ترجمہ کی غرض ظاہر ہے کہ علما کو تعلیم وتبلیغ میں مخاطبین کی رعایت ملحوظ رہے ایسی بات کہ جسکا تحمل مخاطب کا فہم نکر سکے ہرگز نہ کہنی چاہیے جس درجہ کا مخاطب ہو اُس درجہ کی بات کہنی چاہیئے ارشاد مرتضوی اسپر دال بالتصریح ہے واللہ اعلم۔

باب الحیاء فی العلم۔ وقال مجاھد لا یتعلم العلم مستحی ولا مستکبر

وقالت عائشۃ نعم النساء نساء الانصار لم یمنعھن الحیاء۔ ان یتفقھن فی الدین

مؤلف نے ترجمہ کو مطلق چھوڑا عدم استحباب یا استحباب وغیرہ کچھ نہیں فرمایا بظاہر معلوم ہوتا ہی کہ عدم استحباب مقصود ہی کما صرح بہ الاعلام اور قول مجاہد اور قول صدیقہ سے بھی یہی ہویدا ہی۔ مگر بعد تأمل یہ معلوم ہوتا ہی کہ مؤلف کے ذہن میں اسکے متعلق کچھ تفصیل ہی اُسکو اشارات سے بتلانا چاہتا ہی اسی لئے ترجمہ کے ساتھ حکم کی تصریح نہیں فرمائی ارشاد اِن اللہ لا یستحی من الحق سراسر حق اور مسلّم ہی مگر مؤلف کا مقصود یہ ہی کہ اسکے معنی یہ ہیں کہ بوجہ حیا علم اور تفقہ سے محروم نہ رہ جاوے یہ مطلب نہیں کہ حیا نکرے اور تعلم اور تفقہ کے وقت حیا کو پاس نہ آنے دے جو کچھ کہنا ہوبے تأمل کہے۔

خلاصہ یہ کہ ترجمۃ الباب الحیاء فی العلم میں دو باتیں قابل لحاظ ہیں اصل یہ کہ بوجہ حیا علم و تعلم سے محروم نرہے اور اسمیں کسی کو تأمل نہیں ہوسکتا اِسکی تائید کے لئے مؤلف نے ترجمہ کے ذیل میں اثر مجاہد اور اثر حضرت صدیقہ بیان کرکے اِسپر قناعت کی دوسرے یہ کہ تعلیم و تعلم میں بھی حتی الوسع حیا کرنا مستحسن ہی یعنی بمواقع حیا میں یہ تو ہرگز نکرے کہ علم ہی سے محروم رہجاوے مگر محرومی سے بچکر جسقدر حیا کرسکے مستحسن ہے الحیاء من الایمان والحیاء خیر کلہ اِس جزو میں قدرے خفا ہی اور مؤلف کے طرز سے معلوم ہوتا ہی کہ مقصود اصلی اسی جزو کا بیان کرنا ہی اور اس باب میں جو دو حدیثیں بیان کیں وہ دونوں اسی جزو کی دلیل ہیں اوّل حدیث میں جو قصّہ ام سلیم مذکور ہی اُس سے تو بالبداہت ثبوت حیا مکرر اور مکرر ہو رہا ہی دیکھئے ام سلیم نے حاضر ہوکر قبل السؤال جو عرض کیا ہی یا رسول اللہ ان اللہ لا یستحی من الحق یہ حیا نہیں تو کیا ہی حضرت ام سلمہ کی نسبت ہی فغطت ام سلمۃ وجھھا

آپنے فرمایا تربت یمینک فہم یشبہما ولدہا ارشاد تربت یمینک سے حیا نبوی
کی نہایت لطیف خوشبو مہک رہی ہی مگر اسی حالت حیا میں تعلیم وتعلم کے فرض کو جس طرح
ہوسکا ادا فرمایا اور مقصود کو فوت نہیں ہونے دیا اور ہماری معروضات کے مؤید ایک قوی
قرینہ یہ بھی ہی کہ اس باب کے بعد دوسرا باب من استحیا فامر غیرہ بالسؤال منعقد
فرماکر روایت حضرت علیؓ کنت رجلا مذاء الخ بیان کی ہی جس سے معلوم ہوگیا کہ بوجہ حیا
ترک سؤال میں بھی کچھ حرج نہیں البتہ یہ چاہئیے کہ دوسرے کے واسطے سے حکم شرعی سے
واقف ہوجاوے علم سے محروم نہ رہجاوے۔

اب باقی رہی روایت ثانی یعنی روایت ابن عمرؓ جو ابواب العلم میں مکرر گذر چکی ہی۔
ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان من الشجر شجرۃ الخ اسکی مطابقت میں
شاید کسی کو تردد ہو مگر معروضات سابقہ کے مطابق یہی سمجھ میں آتا ہی کہ مؤلف رحمہ اللہ
کی غرض یہی ہی کہ ابن عمرؓ نے جو بوجہ حیا سکوت فرمایا اور جواب نہیں دیا یہ حیا بھی مستحسن
ہی یہ وہ حیا نہیں جو ان اللہ لا یستحیی من الحق یا لا یتعلم العلم مستحی ولا مستکبر
کے مخالف ہو اسکے مخالف صرف وہ ہی جو بوجہ حیا علم کو ترک کردے کسی سے سؤال نہ کرے
اور علم سے محروم رہجاوے حضرت ابن عمرؓ کے سکوت میں اسکا احتمال بھی نہیں اوّل تو یہ
سکوت عن الجواب ہے عن السؤال نہیں دوسرے ابن عمرؓ جانتے تھے کہ جو واقعی جواب ہے اسکو
ہر حال میں آپ ارشاد فرماوینگے جو سب کو معلوم ہوجاویگا۔ باقی حضرت عمرؓ کا ارشاد وہ صرف
اپنی مسرت قلبی کا اظہار فرماتے ہیں اس سے سکوت ابن عمرؓ کی کراہیت اور وہ بھی شرعی
سمجھنی مستبعد ہی کما قال بعض الاعلام۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

باب ذکر العلم والفتیا فی المسجد

افتاءٔ و تعلیم و قضاء فی المسجد میں تنگی و کراہت کا مظنہ ہی بعض اکابر کے اقوال بھی تنگی کی طرف مشیر ہیں مؤلف رحمہ اللہ کے نزدیک اِن امور میں توسع مستحسن ہے اسلئے یہاں بھی اور ابواب قضاء میں بھی توسع کیا۔ واللہ اعلم۔

باب من اجاب السائل باکثر مما سألہ

افسوس کہ یہ متاع گرانمایہ اسی جگہ ختم کرنی پڑی۔ کیونکہ حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ کے مسودات میں اِسی مقام تک تحریر ہی۔

سید حسین احمد

هو الملهم

[۱] اعلم ان المؤلف رحمه الله مرۃ یصرح بالترجمة لکن غرضه لا یکون ظاهر العبارۃ بل ما یثبت بالالتزام او بالاشارۃ جلیا کان او خفیا یظهر مقصودہ بعد التامل فی احادیث الباب فمن لم یتامل و قنع علی الظاهر یقع فی التکلف و التخبط مثلاً قال رحمه الله باب من ادرك رکعة من العصر قبل الغروب و ذکر فیه حدیث استیجار اهل الکتابین و استیجار هذه الامة فاشکل التطبیق علی الشراح و تکلفوا فیه و التحقیق ان غرض المؤلف من هذہ الترجمة بیان اخر وقت العصر فظهر التطبیق فافهم و لو قال باب تاخیر العصر الی الغروب کما صرح فی الصفحة السابقة باب تاخیر الظهر الی العصر ما تکلف احد هذہ التکلفات البعیدۃ و هکذا قال بعد ورقة باب من ادرك من الفجر رکعة فالمقصود منه ایضا بیان آخر وقت الفجر لا ظاهر الترجمة فقط۔ والله اعلم۔

هکذا قال فی محل آخر باب ما یقول بعد التکبیر و ادخل فیه حدیث الکسوف ایضا فاشکل التوفیق فتکلفوا و الوجه عندنا ان بعد التأمل فی احادیث الباب یفهم ان غرض المؤلف من هذا الباب اثبات التوسیع فی دعاء الافتتاح و ترکه راسا و عدم تعیین الدعاء المخصوص لزوما و ان الدعاء ثابت بعد التکبیر متصلا و منفصلا فحینئذ ینطبق جمیع الاحادیث المذکورۃ فی الباب فافهم والله اعلم ولیس غرضه من هذا الباب تعیین الدعاء۔

---

[۱] مسودات میں عربی کی یہ چند سطور بھی ملیں جنکو ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے ۱۲ حسین احمد۔

وتارة یذکر الباب بلا ترجمة ویذکر فیه حدیثا فالشراح رحمهم الله یذکرون فی مثل هذا المقام احتمالات اکثرها بعیدة عن شان المؤلف والمؤلف کلیهما کما لا یخفی علی المهرة واحسن اعذارهم انه کالفصل من الباب السابق لکن هذا العذر ایضا لا یتمشی فی بعض المواضع مثلا قال فی الابواب المتعلقة باحکام البول باب من الکبائر ان لا یستتر من بوله وذکر فیه حدیث انسانین یعذبان فی قبورهما ثم بعده قال باب ماجاء فی غسل البول وذکر فی الترجمة هذا الحدیث ثم بعد ذلک الباب قال باب بلا ترجمة وذکر فیه هذا الحدیث ایضا فکیف یقال انه کالفصل من الباب السابق لان هذا یمکن اذا یکون الثانی مغایرا للاول بوجه وههنا لا تغایر اصلا فافهم وعندنا لا بد ان یقال ان المؤلف احیانا یترک الترجمة عمدا ویذکر حدیثا ومقصوده انی اخرجت من هذا الحدیث حکما او احکاما فینبغی ان تخرجوا منه حکما غیر ذلک بشرط ان یکون مناسبا لتلک الابواب ویفعل هکذا تشحیذا للاذهان وتنبیها وایقاظا للناظرین کما هو دأبه فی امور کثیرة فعندنا والله اعلم هذا الاحتمال اقوی والیق وانفع مهما امکن نعم اذا یکون مانع منه فی موضع ما فلا بد ان یتوجهوا الی الاحتمال الآخر یناسب ذلک المقام فعلی هذا یقال ههنا مثلا ینبغی ان یکون الترجمة کون البول موجبا لعذاب القبر وما یماثلها والله اعلم لا یقال ان فی ابواب القبر یقول باب عذاب القبر من الغیبة والبول فیتکرر الترجمة لانا نقول المقصود هناک بیان حکم القبر وههنا المقصود ذکر حکم البول فاین التکرار ونظائره کثیرة عند المؤلف لا یخفی علی الناظرین مثلا قال فی ابواب الایمان اداء الخمس من الایمان ثم قال فی ابواب

الخُمس اداء الخُمس من الدين۔

وھکذا قال المؤلف رحمه الله فی آخر ابواب التیمم باب بلا ترجمة ثم ذکر حدیث عمران بن حصین ان رسول الله صلی الله علیه وسلم رای رجلا معتزلا لم یصل فی القوم فقال یا فلان ما منعك ان تصلی فی القوم فقال یا رسول الله اصابتنی جنابة ولا ماء قال علیك بالصعید فانه یکفیك فعلی ما ذکرنا سابقا یفهم من التراجم المذکورة فی هذه الابواب ان الترجمة ههنا ینبغی ان یکون اذا لم یجد الجنب ماء یتیمم ولا حاجة الی سهو الناسخین او عدم توفیق المؤلف رحمه الله

وتارة یذکر بابا مع الترجمة لکن لا یذکر حدیثا عکس الصورة الاولی وفیه وجهان مرة یذکر تحت الترجمة۔ آیة او حدیثا او قولا من الصحابة والتابعین دالا علی الترجمة وھو کثیر ومرة لا یذکر شیئا منها ایضا کما لا یذکر حدیثا مسندا بل یذکر الترجمة فقط فیحمله الشراح علی سهو الناسخین او سهو المؤلف وعدم تیسر ارادته بوجه من الوجوه ولا یخفی استبعاده والتحقیق عندنا فی هذه المواضع التفصیل اما الصورة الاولی فظاهر ان الترجمة مدلل بالآیة او الحدیث وغیرهما المذکور فی ذیل الترجمة فالترجمة ثبتت ما ترکها غیر ثابتة واکتفی المؤلف علی هذا القدر لوجه ما اما لان حدیثا علی شرط المؤلف لیس عنده واما القصد للتمرین واما الصورة الثانیة فلا یختارها المؤلف الا فی موضع یکون دلیل الترجمة مذکورا قبلها فی الباب السابق او بعدها مع ان هذه الصورة قلیلة جدا فلا یکون الترجمة غیر ثابتة بل ثابتة بالدلیل المذکور فی الکتاب ان لم یذکر مع الترجمة لقصد التمرین والتنبیه وغیرها من الاسباب نعم وجدنا فی جملة الکتاب بابا او بابین جعل رحمه الله

الآية فيه ترجمة واكتفى عليها لم يذكر معها حديثا ولا قولا فالاولى فيه
ان يقال لما جعل الترجمة آية القرآن وهو دليل فوق جميع الادلة فهذه
الترجمة دعوى دليلها معها لا يحتاج الى دليل آخر فاكتفى عليها فلا يقال
الدعوى بقيت بلا دليل ولا يحتاج الى ان يجعل حديثا او قولا المذكور في
الابواب السابقة او اللاحقة دليلا لها والله اعلم هذا ما عندنا من التفصيل
فعليك بالتامل الصادق والانصاف اللائق فان كان حقا فمن العزيز الرحيم
والا فمني ومن الشيطان الرجيم۔

فہرس الابواب والتراجم

حضرت شیخ الہند قدس سرہ کے مسودات میں ایک فہرست بھی ملی جسکو ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔
تراجم بخاری کے متعلق آپکے خیالات اگرچہ پورے ظاہر نہو سکے لیکن اس فہرست میں اکثر حصہ
بطور خلاصہ ضرور آگیا ہے۔

اسکے تین حصے ہیں پہلے دو حصوں میں صف کے بالائی ہندسہ سے صفحہ کا نمبر مراد ہے اور اس کے
نیچے والے ہندسہ سے جلد کا نمبر مراد ہے مثلاً باب فضل الصدقة من کسب کے بعد صف ۱۹۱ موجود ہے اس کا
مطلب یہ ہے کہ یہ باب بخاری جلد اول کے صفحہ ۱۹۱ میں ہے یہی حال دوسرے حصہ مسمّٰی بتراجم غیر مجردہ کا ہے۔
تیسرے حصہ "ابواب بلا ترجمہ" میں آپ کسی باب کے بالمقابل سنـ اور کسی باب کے سامنے ستـ
دیکھیں گے حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ نے تفصیل کے وقت بیان فرمانے کیلئے انکو بطور رموز لکھ لیا تھا
یعنی جس باب کے سامنے سنـ ہے اسکے متعلق آپ کی رائے یہ تھی کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب کا
ترجمہ بغرض تمرین و تشحیذ اذہان ترک فرمایا ہے اور جس باب کے سامنے ستـ ہے اس سے یہ مطلب ہے
کہ اسکا ترجمہ بوجہ تعلق بالمقدم ترک کیا گیا ہے۔ اس مسودہ میں ایک جگہ شـ بھی موجود ہے جس پر
"خطا" لکھا ہوا ہے۔ لیکن اس فہرست میں کسی باب کے سامنے اس قسم کا نشان موجود نہیں ہے۔

جس کا مطلب تو ظاہر ہی کہ جس باب کے سامنے یہ امر ہوگا اُس سے خطا اور غلطی مراد ہوگی لیکن یہ کہ کسکی خطا مراد ہوگی اِسمیں ہمارا ذہن اِس طرف جاتا ہی کہ خطا ناسخین مراد ہوگی اور اس تیسرے حصہ میں جلد کا نمبر صفحہ کے سامنے ہی اور صفحہ کے نیچے بتایا ہی کہ کن ابواب میں یہ باب بلا ترجمہ ہی۔

مَیں ابتدا میں عرض کر چکا ہوں کہ زمانہ اسارت میں حضرت شیخ الہند کے پاس بخاری کا نسخہ مطبوعہ مصر تھا اِسلئے اِس میں جو کچھ بھی تحریر فرمایا گیا ہی وہ اُسی نسخہ سے ہی۔

اِس فہرست کے چند ابواب کے صفحات تحریر نہیں فرمائے گئے ہیں۔ وجہ تو ظاہر ہی۔ یہ کسیقدر سہل تھا کہ بخاری مطبوعہ مصر کو دیکھکر میں لکھدیتا لیکن اِس میں اول تو یہ رائے قائم کرنا دُشوار تھی کہ حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ کی رائے اِس متروک الترجمۃ باب کے متعلق کیا تھی۔ اسکو متروک بقصد تمرین سمجھتے تھے یا بوجہ تعلق بالمقدم۔ دوسرے یہ کہ خود اپنی ہیچمدانی نے اِس کی ہمت بھی نہونے دی کہ میں آپ کی تصنیف میں کسی طرح کا تصرف کروں۔

بالجملہ یہ رسالہ اِس ناتمامی کی حالت میں بھی اگر بدرِ کامل کا کام نہ دیگا تو وہ دو روزہ ضرور ثابت ہوگا۔

حسین احمد مہاجر مدنی"

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

فہرست تراجم

تراجم مجردہ محضہ

تراجم مجردہ لکن جعل الآیۃ ترجمۃ

تراجم غیر مجردہ

التی لیس فیہا حدیث مسند لکن ذکر فی الترجمۃ آیۃ او حدیثا او اثرا

ابواب بلا ترجمہ

(یہ کتاب ۱ سے ۸۰ اور ۱ سے ۷۲ صفحہ تک مطبع مدینہ اخبار بجنور (یو-پی) میں چھپی ہے)

الابواب والتراجم

فن حدیث کو

بنظر تعمق دیکھنے والے حضرات

جانتے ہیں کہ کتب حدیث میں بخاری شریف کس پایہ کی
کتاب ہے اسکے بہت سے مباحث معرکۃ الآراء ہیں۔ جن میں ابواب وتراجم
بھی از سلف تا خلف زیر بحث رہے ہیں علماء کبار نے اس میں عرق ریزیاں کی
ہیں حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب قدس سرہ العزیز بھی انکا خاص اہتمام
فرماتے تھے۔ بزمانہ اسارت مالٹا آپنے ان کو شروع فرمایا اور جو کچھ آپنے ارقام فرمایا
تھا وہ بجنسہ طبع کیا گیا چونکہ مشیت ایزدی میں اسکا اتمام مقدر نہ تھا لہذا یہ گوہر بے بہا ناتمام رہ گیا
خداوند عالم نے اسکی اشاعت کی توفیق دی اور آج اس کو ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے
اسکی قیمت صرف ایک روپیہ علاوہ محصولڈاک رکھی گئی ہے اور جسقدر نسخے مطلوب
ہوں خاکسار سے منگوائے جاسکتے ہیں۔ زیادہ مقدار میں خریداری کا معاملہ
ذریعہ خط وکتابت کے طے کیا جائے لیکن یہ واضح رہے کہ اسکے
دوبارہ طبع کے حقوق محفوظ ہیں کوئی صاحب طبع کا ارادہ
نہ فرمائیں

خاکسار
(مولوی) عزیز گل کاکاخیل خادم
حضرت شیخ الہند قدس سرہ
دیوبند

درخواستیں اس پتہ پر آنی چاہئیں:۔ مولوی عزیز گل آستانہ حضرت شیخ الہند قدس سرہ
دیوبند۔ ضلع سہارنپور

ضروری اعلان

قطب العالم حضرت مولانا شیخ الہند نور اللہ مرقدہ
کی یادگار اسیری میں سے پہلی تصنیف جو شائع کیجاتی ہے وہ
کتاب الابواب والتراجم ہے۔ اسکی اشاعت سے تین چیزیں مقصود ہیں اوّل
حضرت قطب العالم قدس سرہ العزیز کے علوم و معارف کی اشاعت۔ دوم مالٹا کے
زمانۂ اسیری کی یادگار کی حفاظت۔ سوم مخدوم زادوں کی خدمت۔ بجز انکے کوئی اور شخص
اس کے مالی منافع سے مستفید نہ ہوگا۔ کاغذ و سامان طباعت کی گرانی کی وجہ سے
عہ/ روپیہ قیمت رکھی گئی ہے۔ جن حضرات کو جسقدر نسخے مطلوب ہوں بہت جلد
مذکورۂ ذیل پتہ سے طلب فرمائیں شاید تاخیر کیوجہ سے طبع ثانی کا انتظار کرنا پڑے

محمد عزیر گل خادم آستانہ شیخ الہند، دیوبند
ضلع سہارنپور (یوپی)